حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت
حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف:
محمد حسیب القادری

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت

حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف:

محمد حسیب القادری

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب: سیرت حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ

مصنف: محمد حبیب القادری

پبلشرز: اکبر بک سیلرز

تعداد: 600

قیمت: -/120

............ملنے کا پتہ............

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mobi: 0300-4477371

انتساب:

شہدائے کربلا کے نام

جنہوں نے اپنے خون سے دین اسلام کی آبیاری کی

شاہِ مرداں شیر یزداں قوتِ پروردگار

لَافَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

☆☆☆

حال تو دانند یک یک مو بمو

زانکہ پرہستند از اسرار ہو

حسین ابن علی تیرا قرینہ یاد آتا ہے
تیرے پاکیزہ بچپن کا مدینہ یاد آتا ہے

کسی بے دست و پا کی داستان خونچکاں سن کر
مجھے از بس محرم کا مہینہ یاد آتا ہے

جفا جو، کینہ پرور اور بھی ہو نگے زمانے میں
مجھے رہ رہ کے ذی جوشن کمینہ یاد آتا ہے

وہ ہم شکل پیمبر وہ کمال حسن و زیبائی
لہومیں تر علی اکبر نگینہ یاد آتا ہے

جفا جو حرملہ نے جب گلے پر تیر برسایا
علی اصغر کا اپنا خون پینا یاد آتا ہے

☆

کٹے عباس کے بازو تو پکڑی مشک دانتوں میں
ہوا چھلنی جو تیروں سے وہ سینہ یاد آتا ہے

ابو بکر و عمر، عثمان و قاسم یاد آتے ہیں
مجھے سبط پیمبر کا سفینہ یاد آتا ہے

O.....O.....O

فہرست

حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور انتہائی رحم والا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بے شمار درود وسلام۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ، شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں اور بہادری وشجاعت میں اپنے باپ کی مثل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ پرورش پائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت آپ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور آپ رضی اللہ عنہ کو بھی وصیت کی کہ اپنے بھائی حسین (رضی اللہ عنہ) کا ساتھ کسی بھی حال میں نہ چھوڑنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار کی اس وصیت پر تادمِ شہادت عمل کیا اور سفر وحضر میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور جب کربلا کا افسوسناک واقعہ پیش آیا تو اس وقت بھی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی جان نچھاور کرنے میں کسی قسم کے دریغ سے کام نہ لیا۔

جان تو نے قربان کی حسین رضی اللہ عنہ پر
اے عباس! تیری وفا پر لاکھوں سلام

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے ظاہری وباطنی علوم کی تکمیل اپنے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ کی اور اس ضمن میں اپنے بھائیوں حسنین کریمین

رضی اللہ عنہم سے بھی رہنمائی حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا بڑا حصہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گزرا اور آپ رضی اللہ عنہ خود کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا غلام کہا کرتے تھے جبکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ رضی اللہ عنہ کی اسی طرح عزت و تکریم کیا کرتے تھے جیسا کہ ایک بڑا بھائی چھوٹے بھائی کی کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سب سے زیادہ غم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو تھا اور اسی موقع پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے لشکر یزید سے کہا تھا کہ آج تم نے میری کمر توڑ دی۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی سیرتِ پاک پر کبھی کوئی مستند کام نہیں کیا گیا اور مؤرخین نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کربلا کے کردار کو موضوع بحث بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات سے قارئین نا آشنا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات کو مرتب کرنے کی سعی کی گئی ہے اور اس ضمن میں مستند تاریخی کتب سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔ میں اپنی اس کاوش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو سراہیں گے اور اگر مجھ سے کہیں کوتاہی ہوئی ہوگی تو میری رہنمائی فرمائیں گے۔

مسعود قادری

فضائل اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات، آپ ﷺ کی صاحبزادیاں اور داماد یہ سب اہل بیت رسول ﷺ ہیں۔

سورۂ نمل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی گھر والی سے فرمایا مجھے ایک آگ نظر آتی ہے۔"

اس آیت میں اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو آپ علیہ السلام کا اہل بتایا ہے چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا۔

"اے نبی (ﷺ) کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔"

یعنی اللہ عزوجل نے ہر وہ کام جو کہ شریعت کے خلاف ہے، ہر وہ کام جو بارگاہِ الٰہی میں ناپسندیدہ ہے، اہل بیت حضور نبی کریم ﷺ کو ان سے پاک کرنے پر قادر ہے اور اس ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے۔

"میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔"

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورۂ احزاب کی آیت میرے گھر میں نازل ہوئی تھی اور جب یہ آیت نازل ہوئی میں اس وقت دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل بیت ہوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''میری ازواج اہل بیت ہیں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورۂ احزاب کی آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ چالیس دن تک فجر کے وقت مسلسل اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لے جاتے رہے اور فرماتے رہے۔

''اے میرے اہل بیت! تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو، نماز پڑھو تاکہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے چھ ماہ بعد تک حضور نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر فجر کے وقت جاتے رہے اور باآوازِ بلند فرماتے۔

''اے میرے اہل بیت! نماز پڑھو، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ وہ نبی کے گھر والوں سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔''

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ کے قرابت دار کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم۔''

روایات میں آتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اللہ عزوجل کے حضور یوں گویا ہوئے۔

"اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

"میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرا میرے اہل بیت۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ عزوجل سے محبت کرو کہ وہ تمہیں تمام نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور مجھ سے محبت اللہ عزوجل کی خاطر کرو جبکہ میرے اہل بیت سے محبت میرے سبب سے کرو۔"

تفسیر کبیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو میرے اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی اور جو شخص میرے اہل بیت سے بغض رکھ کر مرا وہ کافر ہو کر مرا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے۔ انصارِ مدینہ نے جب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف بہت زیادہ ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدن کچھ نہیں تو انہوں نے اپنا مال و اسباب جمع کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ یارسول

اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی تبلیغی کاوشوں اور نظر کرم سے ہمیں ہدایت نصیب ہوئی، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اخراجات زیادہ ہیں لیکن آمدی کچھ نہیں ہے آپ ﷺ ہماری جانب سے یہ مال ہدیۂ قبول فرمالیں۔ جس وقت انصار یہ بات کر رہے تھے اس وقت حضور نبی کریم ﷺ پر سورۂ الشعراء کی آیت ذیل نازل ہوئی۔

”(یا رسول اللہ ﷺ) فرما دیجئے کہ میں اس دعوتِ حق پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بجز اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔“

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے۔

”جس نے نماز پڑھی اور اس نے مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔“

صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”مومن اور متقی شخص مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے جبکہ منافق اور شقی القلب ہم سے بغض رکھتا ہے۔“

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

”روزِ حشر میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ اول وہ جو میرے اہل بیت سے محبت رکھے، دوم وہ جو ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو، سوم وہ جب میرے اہل بیت بحالت مجبوری اس کے پاس آئیں تو ان کے معاملات احسن طریقے سے نپٹائے اور چہارم وہ جو دل وزبان سے ان کی محبت کا اقرار کرنے والا ہو۔“

سورۂ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

”پھر اے محبوب (ﷺ) جو تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم
بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری
عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو
جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت بالا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا مقصد آپ ﷺ سے مناظرہ کرنا تھا۔ ان عیسائیوں نے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور کنواری مریم علیہا السلام
کی جانب القا کیے گئے۔''

عیسائی بولے وہ تو (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ عیسائی بولے کیا آپ ﷺ نے کوئی بندہ ایسا دیکھا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اگر یہ دلیل ہے تو آدم علیہ السلام کے متعلق تم کیا رائے رکھتے ہو
کہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا کیے گئے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی تو ماں
تھیں اور باپ نہ تھے۔''

ان عیسائیوں کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کی بات کا کوئی جواب نہ تھا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر جھگڑنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مباہلہ کرلو جو سچا ہوا وہ بچ جائے گا اور جو غلط ہوا وہ برباد ہوگا اور حق و باطل ظاہر ہو جائے گا چنانچہ اس موقع پر اللہ عزوجل نے آیت بالا نازل فرمائی۔

عیسائی وفد نے حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو کہا ہمیں تین دن کی مہلت دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں تین دن کی مہلت دی اور پھر تین دن گزرنے کے بعد وہ عیسائی وفد عمدہ قبائے زیب تن کئے اپنے نامور پادریوں کے ہمراہ واپس لوٹا۔ آپ ﷺ بھی تشریف لائے اور آپ ﷺ کی گود میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے، بائیں ہاتھ سے آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ ان سب سے فرما رہے تھے جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

عیسائی وفد میں موجود بڑے پادری نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے اہل بیت کے ہمراہ دیکھا تو پکار اٹھا۔

''بے شک میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں اگر یہ ہاتھ اٹھا کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اے اللہ! ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ان پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے اور تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے اور پھر روئے زمین پر کوئی بھی عیسائی باقی نہ رہے گا۔''

عیسائی وفد نے جب اپنے بڑے پادری کی بات سنی تو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ہم آپ ﷺ سے مباہلہ نہیں کرتے، آپ ﷺ اپنے دین پر رہیں اور ہم اپنے دین پر رہیں گے۔ پھر ان عیسائیوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

"قسم ہے اللہ کی جس کا عذاب ان کے سروں پر تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو یہ بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان کے گھر جل کر خاکستر ہو جاتے اور ان کے چرند و پرند سب نیست و نابود ہو جاتے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اہل بیت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بائیں جانب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سامنے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اس دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست ان کے لئے خالی کر دی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا۔

"اہل فضل کی فضیلت صرف اہل فضل ہی جان سکتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں رکھو یعنی اہل بیت کی تعظیم کرو اور ان سے محبت رکھو۔

ابن شہاب کی روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں جب کبھی بھی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ملتے تو اپنی سواری سے اتر کر ان کی عزت و توقیر کرتے اور ان کے ساتھ پیدل چلتے یہاں تک کہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچ جاتے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت سیدنا عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی برائی کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے لے گئے اور فرمایا۔

''تو ان کو جانتا ہے؟ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس کے تو برائی بیان کرتا ہے وہ ان کے داماد اور چچا زاد بھائی ہیں پس تو علی (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ بجز بھلائی کے مت کر اگر تو نے علی (رضی اللہ عنہ) کو تکلیف پہنچائی تو تو نے حقیقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال میں لوگوں کو مال تقسیم کر رہے تھے کچھ مال بچ گیا۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا زندہ ہوتے تو کیا تم لوگ ان کی عزت نہ کرتے؟ آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر حاضرین نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں ہم ان کی عزت کرتے۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو کیا میں تمہارے نزدیک اس بچے مال کا زیادہ حقدار نہیں کیونکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ بچا ہوا مال حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے؟ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ واقعی تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اسے ایسی بات کہنے کو نہیں کہا۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا نہیں علی (رضی اللہ عنہ)! اس نے درست کہا یہ اس کے باپ کا منبر ہے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں جب شدید قحط پڑا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگی۔

مندرجہ بالا فرمانِ الٰہی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے مراتب اور ان کی شان کو بیان کیا جائے تا کہ وہ لوگ جو انجانے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ جان لیں کہ اللہ عزوجل اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کے اہل بیت کی کیا شان ہے؟ اہل بیت کون ہیں؟ اس کی وضاحت ہم قرآنی آیات اور حدیث کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ کا مال حرام ہے۔ ان حضرات میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولادیں شامل ہیں۔

O.....O.....O

نام والقابات

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''عباس'' ہے اور کنیت ''ابوالفضل'' ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار حیدرِ کرار ابوتراب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور والدہ حضرت فاطمہ کلابیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو اپنی کنیت ام البنین رضی اللہ عنہا سے مشہور ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے القابات علم بردار، سقائے اہل بیت، قمر بنی ہاشم، صاحب اللواء اور شہید ہیں۔

سلسلہ نسب پدری:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پدری ذیل ہے۔

''عباس رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔''

سلسلہ نسب مادری:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب مادری ذیل ہے۔

''عباس رضی اللہ عنہ بن فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن لوی بن غالب بن کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔''

علم بردار کی وجہ تسمیہ:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا معروف لقب ''علم بردار'' ہے کیونکہ آپ

رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا میں لشکر کے علم بردار تھے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے قافلے کا علم آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو علمبردارِ کربلا کے لقب سے شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔

سقائے اہل بیت کی وجہ تسمیہ:

سقا، پانی پلانے والے کو کہتے ہیں اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ چونکہ میدانِ کربلا میں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے لئے پانی لینے دریائے فرات کے کنارے گئے تھے اور پانی لانے کی کوشش کے دوران ہی آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا اس لئے آپ رضی اللہ عنہ ''سقائے اہل بیت'' کے لقب سے بھی سرفراز ہوئے۔

'قمر بنی ہاشم کی وجہ تسمیہ:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا ایک لقب ''قمر بن ہاشم'' ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا یہ لقب آپ رضی اللہ عنہ کے بے پایاں حسن و جمال کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا یعنی بنی ہاشم کا چاند۔

کنیت ''ابوالفضل'' کی وجہ تسمیہ:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوالفضل'' کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل وشمائل بے مثل تھے اور اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ''ابوالفضل'' کہا جاتا تھا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو ''ابوالفضل'' کہہ کر پکارا تھا۔

O---O---O

والدین

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ سے محبت بے مثال ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے جن میں سے ایک علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے تیسویں سال پیدا ہوئے۔ یوں آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریباً تیس برس چھوٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''علی'' بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز کیا۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے متعلق حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی بروزِ پیر نازل ہوئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگلے روز یعنی بروز منگل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں ایک روایت یہ بھی

ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو عبادت میں مصروف دیکھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کر رہے ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیسی عبادت ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے اپنے دین کی تبلیغ اور لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے چنا ہے اور میں تمہیں اسی اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو حیران ہو گئے اور پوچھا کہ میں نے پہلے کبھی اس دین کے بارے میں کچھ نہیں سنا اس بارے میں فیصلہ کرنا مشکل نظر آتا ہے اس لئے میں اس بارے میں اپنے والد سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) تمہیں اس بات کا حق حاصل ہے لیکن ابھی تم اس بات کا ذکر کسی اور شخص سے نہ کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ وہ اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس رات جب آپ رضی اللہ عنہ سونے کے لئے لیٹے تو وہ اس بات پر غور کرتے ہوئے سو گئے۔ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کے قلب کو روشنی عطا فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار سے مشورہ کئے بغیر اگلے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان سے عرض کیا کہ مجھے دائرہ اسلام میں داخل فرمالیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کلمہ توحید پڑھایا اور آپ رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد خفیہ طور پر اپنی تبلیغ جاری رکھی اور اس عرصہ میں کئی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ تین برس کی خفیہ تبلیغ کے بعد

اللہ عزوجل نے سورۃ الشعراء کی آیت ذیل نازل فرمائی جس میں حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ اسلام دینے کا حکم ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

''(اے محبوب ﷺ)! اپنے رشتہ داروں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایئے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے مطابق کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی قوم کو بلایا۔ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے میری قوم! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر موجود ہے اور تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟''

قریش نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں! ہم اس بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا اور امانت دار پایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''تو پھر میں تمہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور دعوتِ حق دیتا ہوں اگر تم لوگ ایمان لے آئے تو فلاح پاؤ گے اور اگر ایمان نہ لائے تو عذابِ خداوندی تم پر نازل ہو گا۔''

حضور نبی کریم ﷺ کی بات سن کر قریش غصے میں آ گئے اور آپ ﷺ کے چچا ابولہب لوگوں کو بھڑکا کر واپس لے گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کے واپس جانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی تم ایک دعوت کا انتظام کرو جس میں تم بنی عبدالمطلب کو دعوت دو چنانچہ ایک دعوت کا انتظام کیا گیا جس میں بنی عبدالمطلب کو دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں جناب عبدالمطلب کے تمام بیٹے حضرت سیدنا امیر حمزہ،

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہم، جناب ابو طالب اور ابولہب وغیرہ نے شرکت کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دعوت کے اختتام پر ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے بنی عبدالمطلب! آج تک اہل عرب میں کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو مجھ سے بہتر پیغام دے، میں تمہیں اس پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ ایک روز ہم سب نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، اس وقت اعمال کا حساب لیا جائے گا اور نیکی کا بدلہ نیکی اور بدی کا بدلہ آگ اور عذاب ہے۔
اے بنی عبدالمطلب! تم جانتے ہو کہ میں کمزور ہوں اور مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے پس جو میری مدد کے لئے کھڑا ہو گا وہ میرا بھائی ہو گا۔ اب تم میں سے کون ہے جو میری اس دعوت کو قبول کرے؟"

حضور نبی کریم ﷺ کی اس دعوت کو سن کر بنی عبدالمطلب نے منہ پھیر لئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بلا خوف و خطر گویا ہوئے۔

"یا رسول اللہ ﷺ! بے شک میں عمر میں اس وقت چھوٹا ہوں، کمزور ہوں مگر میں آپ ﷺ کی مدد کروں گا اور جو بھی آپ ﷺ سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات کی جواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! تو میرا بھائی اور وارث ہے۔"

جب حضور نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا اور میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرنے والا ہوں۔ میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں وہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں تم ان امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دینا۔ مشرکین مکہ نے میرے قتل کی منصوبہ بندی کی ہے اور وہ آج رات مجھے قتل کرنے کا ناپاک ارادہ رکھتے ہیں۔ تم میری یہ چادر اوڑھ لو اور میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان سنا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی چادر اوڑھی اور بستر پر لیٹ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاموشی کے ساتھ گھر سے نکلے اور مشرکین مکہ کو اس کی خبر نہ ہوئی اور وہ رات بھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے رہے مگر جب صبح ہوئی تو انہیں خبر ہوئی کہ حضور نبی کریم ﷺ تو یہاں سے جا چکے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی شہزادی اور خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا جن سے آپ رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لئے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم ﷺ کو پیغام بھیجا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی جواب دیا کہ مجھے حکم الٰہی کا انتظار ہے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ محوِ گفتگو تھے اور گفتگو کا موضوع تھا کہ ہمارے سمیت بے شمار شرفاء نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دخترِ نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے لیکن ہم میں سے کسی کو اس بارے میں مثبت جواب نہیں ملا ایک علی (رضی اللہ عنہ) رہ گئے ہیں لیکن وہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے خاموش ہیں ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کرسکیں چنانچہ یہ حضرات اسی وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو انہیں پتہ چلا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ایک دوست کے باغ کو پانی دینے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حضرات اس جگہ پہنچیں تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دخترِ نیک اختر کا رشتہ مانگیں انہیں یقین ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانثاری اور شرافت کی بناء پر انہیں اپنی دخترِ نیک اختر کا رشتہ دے دیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان اکابر صحابہ کی تحریک پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو قبول فرما لیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس مہر دینے کے لئے کیا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس وقت میرے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنی زرہ فروخت کر دو اور اس سے جو رقم ملے وہ لے کر آ جانا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زرہ لی اور مدینہ منورہ کے بازار میں

آپ رضی اللہ عنہ اپنی زرہ لے کر بازار میں کھڑے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے یہاں کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ یہاں اپنی زرہ فروخت کرنے کے لئے کھڑے ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی اور پھر وہ زرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تحفۃً دے دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر تمام ماجرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار دیکھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور زرہ کی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے ضروری اشیاء خرید فرمائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تمام اشیاء خرید کر لے آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح ۲ھ میں ہوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیغام سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہو گئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوتی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے بذریعہ وحی مطلع کیا ہے کہ میں اپنی لاڈلی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تمام مہاجرین و انصار میں منادی کروا دو کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائیں چنانچہ مہاجرین و انصار کی ایک کثیر تعداد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابوتراب" کی وجہ تسمیہ کتب سیر میں یوں منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوگئے اور مسجد میں جا کر فرش پر لیٹ گئے جس سے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو مٹی لگ گئی۔ اس دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سے ملنے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو لینے کے لئے مسجد میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے ابوتراب! اٹھ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ اس دن سے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابوتراب" مشہور ہوگئی۔

غزوہ خیبر کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا علم حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

> "کل میں علم اس شخص کو عطا کروں گا جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اس شخص کے ہاتھوں قلعہ فتح فرمائے گا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ علم اسے عطا ہو۔ اگلے روز جمعہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد دریافت کیا کہ علی (رضی اللہ عنہ) اس وقت کہاں ہے؟ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی تک آشوب چشم کے مرض میں مبتلا تھے اور اسی وجہ سے جنگ میں عملی طور پر حصہ بھی نہ لے سکے تھے انہیں بلایا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے دریافت فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) کیسے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آنکھیں دکھتی ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ)! میرے نزدیک آ جاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک آ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور اسے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی اور ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جھنڈا آپ رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہوئے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے لعابِ دہن لگانے کے بعد مجھے کبھی آنکھوں کی کوئی بیماری نہ ہوئی بلکہ میری آنکھیں پہلے سے زیادہ روشن ہو گئیں۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کے ہمراہ قلعہ قموص کے دروازے پر پہنچے اور جھنڈا دروازے کے پاس گاڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دوران ایک یہودی نے قلعہ کی چھت سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب ہوں۔ اس یہودی نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو کانپ اٹھا اور کہنے لگا تورات کی قسم! یہ شخص قلعہ فتح کئے بغیر ہرگز نہیں جائے گا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ قموص پر حملہ کیا تو یہودیوں کے سردار مرحب کا بھائی حارث کئی یہودیوں کے ہمراہ مقابلے کے لئے نکلا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور لشکرِ اسلام نے باقی کے تمام یہودیوں کو جہنم واصل کر دیا۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ غیظ وغضب کے عالم

میں ایک لشکر کے ہمراہ قلعہ قموص سے باہر نکلا اور با آوازِ بلند کہنے لگا۔

"خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلح پوش ہوں، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔"

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"میں وہ ہوں میری ماں نے میرا نام شیر رکھا تھا اور میں دشمنوں کو نہایت تیزی سے قتل کرتا ہوں۔"

مرحب نے جب حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو غصے میں اس نے تلوار کا وار کیا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے روک لیا اور اس پر جوابی وار کیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کر دیا۔ مرحب کی لاش گرتے ہی لشکر اسلام نے یہودی لشکر پر حملہ کر دیا جس سے بے شمار یہودی مارے گئے اور باقی جو بچ گئے وہ قلعہ کے اندر بھاگ گئے اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا بھاری بھرکم دروازہ اکھاڑ پھینکا اور لشکر اسلام قلعہ قموص میں داخل ہو گیا۔ یہودیوں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے امان طلب کی اور آئندہ سے بدعہدی سے توبہ کر لی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کی شرط پر ان سے صلح کر لی۔

۹ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کے ہمراہ عیسائی رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے اور تبوک کے مقام پر پڑاؤ ڈالا لیکن اس معرکہ میں لڑائی نہ ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیس روز تک تبوک میں ٹھہرے رہنے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اس معرکہ کے لئے روانہ ہوتے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ نہیں رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو

مدینہ منورہ میں اہل بیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ ابھی مدینہ منورہ سے لشکر لے کر نکلے تھے کہ منافقوں نے باتیں کرنی شروع کر دیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لے گئے کہ انہیں آپ رضی اللہ عنہ کی صحبت ناگوار گزرتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس موضع شرف پہنچے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارا مقام میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا اور فرق صرف اتنا ہے کہ ہارون علیہ السلام پیغمبر تھے جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضور نبی کریم ﷺ نے یمن بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نہایت مشکل مقدمہ آیا جس میں ایک ایسی عورت پیش ہوئی جس نے ایک ماہ کے اندر تین مردوں کے ساتھ خلوت کی تھی اور اب اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تھی۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بچے کی دیت کے تین حصے کئے اور پھر قرعہ ڈالا وہ قرعہ جس شخص کے نام نکلا آپ رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اس شخص کے حوالے کر دیا جبکہ باقی دونوں اشخاص کو دیت کے تین حصوں کے دو حصے کر کے دے دیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب آپ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی خبر ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کو آگ لگ گئی۔ آگ اس قدر پھیل گئی کہ یہ

خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ جل نہ جائیں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو برابر آوازیں دیتے رہے مگر آپ رضی اللہ عنہ اپنے اردگرد کے ماحول سے بے خبر نماز کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ختم کی تو آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ گھر کو آگ لگ گئی ہے۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خوراک نہایت سادہ تھی آپ رضی اللہ عنہ روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے کھایا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر نمک کے ساتھ روٹی کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے جو کی روٹیاں، دودھ کا پیالہ اور نمک لا کر رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دودھ کا پیالہ واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرے لئے یہ جو کی روٹیاں اور نمک ہی کافی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن زرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بروزِ عید حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے حلیم پیش کی۔ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو صلاحیت کے ساتھ باقی رکھا ہے اگر آپ رضی اللہ عنہ ہم کو بطخ کھلاتے تو بہت اچھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اے ابن زرین (رضی اللہ عنہ)! میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے اللہ کے مال سے بجز دو پیالوں کے حلال نہیں۔ ایک پیالہ جو وہ خود کھائے اور اپنے اہل کو کھلائے جبکہ دوسرا پیالہ وہ جسے لوگوں کے سامنے رکھے۔"

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں لیکن مجھے جنگلی درندوں سے ڈر

لگتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی اس شخص کو دیتے ہوئے فرمایا جب بھی تمہارے نزدیک کوئی درندہ آئے تم اسے میری یہ انگوٹھی دکھانا اور کہنا کہ یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ہے چنانچہ وہ شخص سفر پر روانہ ہوا۔ راستے میں ایک خونخوار درندہ اس پر حملہ آور ہوا۔ اس شخص نے اس درندہ کو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی دکھائی اور کہا کہ یہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ہے۔ وہ درندہ آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی دیکھ کر بھاگ گیا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک بدو مالی اعانت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسے لذیذ کھانا پیش کیا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور مسجد کے صحن میں کھانا کھانے لگے۔ بدو نے دیکھا کہ ایک شخص روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔ اس نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ میں لذیذ کھانا کھاؤں جبکہ وہ شخص روٹی کے خشک ٹکڑے کھائے میں اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے فرمایا۔

"تم کھانا کھاؤ وہ یہ کھانا نہیں کھاتے وہ میرے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جنہوں نے اپنی بیٹی کو میرا رفیق بنایا اور مجھے دارِ ہجرت سے مدینہ منورہ لائے اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جنہوں نے ہمیشہ حق بات کہی اور حق کا ساتھ

دیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جن کی حیاء سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جو ہمیشہ حق کے ساتھ رہے۔ پھر فرمایا روزِ محشر میں اس طرح آؤں گا سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے دائیں جانب، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے بائیں جانب، سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے پیچھے اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے آگے ہوں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ایک اعرابی نے کہا کہ کیا حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت ہو گی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جھنڈا علی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں ہو گا اور تمام خلائق میرے اس جھنڈے کے سائے تلے ہوں گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر اپنے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا تمہارا ولی کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تین مرتبہ جواب میں کہا کہ ہمارے ولی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے اس کا ولی علی (رضی اللہ عنہ) بھی ہے۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں یاد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم والے دن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں کیا فرمایا تھا۔ مجمع میں سے تیس افراد نے باآوازِ بلند کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کا مولیٰ میں ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کا مولیٰ ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر میں لے کر دعا فرمائی جس سے آپ رضی اللہ عنہ تندرست ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا اس نے مجھے عطا کیا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے وہ مانگا ہے جو میں نے تمہارے لئے مانگا ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رمضان المبارک ۴۰ھ میں ابن ملجم نامی شخص نے دورانِ نماز قاتلانہ حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ اس حملہ میں شدید زخمی ہو گئے اور پھر ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت سیّدنا امام حسن، حضرت سیّدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت کوفہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ کچھ روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی جامع مسجد میں مدفون کیا گیا جبکہ کچھ دیگر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے سترہ کلومیٹر دور دفن کیا گیا۔

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی نکاح نہ کیا تھا۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کلابیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو اپنی کنیت ام البنین رضی اللہ عنہا سے مشہور ہوئیں اور ان کے بطن سے حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم چار صاحبزادے تولد ہوئے اور ان سب نے واقعہ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا تم مجھے عرب کی کسی نیک عورت کے متعلق بتاؤ۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا تم ام البنین رضی اللہ عنہا سے عقد کرلو کہ ان کے خاندان کو قبائل عرب میں نمایاں مقام اور عزت و مرتبہ حاصل ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے مشورہ پر حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منکوحہ کی حیثیت سے گھر آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ایک ماں کا پیار دیا اور ان پر اپنی محبت و ایثار کے پھول نچھاور کیے اور جب آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی اولاد تولد ہوئی تو پھر بھی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بچوں سے محبت میں کچھ کمی نہ آئی بلکہ انہیں اپنی اولاد پر مقدم رکھا۔

واقعہ کربلا کے وقت حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا زندہ تھیں اور مدینہ منورہ میں مقیم تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کو واقعہ کربلا کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع تشریف لے گئیں اور کافی دیر تک آنسو بہاتی رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے واقعہ کربلا پر کچھ اشعار بھی کہے جو تاریخ کا حصہ ہیں۔

O.....O.....O

ولادت باسعادت

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ ۲۶ھ میں مدینہ منورہ میں تولد ہوئے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور اس کی اطلاع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ سربسجود ہو گئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نومولود بیٹے کا نام ''عباس'' رکھا اور عباس کے معانی شیر کے ہیں۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتویں روز آپ رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ادا کیا گیا اور روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتویں دن ہی آپ رضی اللہ عنہ کا نام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ''عباس'' رکھا۔

O...O...O

ظاہری و باطنی علوم کا حصول

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم ظاہر و باطن کے منبع تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ حاصل کی اور آپ رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علومِ ظاہر و باطن میں اپنے بھائیوں حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم سے بھی رجوع کیا اور یوں آپ رضی اللہ عنہ اخلاق و عادات اور علومِ ظاہر و باطن میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا بھی پرتو تھے۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ فقہی علوم میں مہارتِ کاملہ رکھتے تھے اور شجاعت و بہادری میں اپنے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مثل تھے۔ منقول ہے کہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کثیر تعداد میں جمع ہوتے اور فقہی مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جود و سخا میں بھی بے مثل تھے اور کوئی بھی سائل آپ رضی اللہ عنہ کے در سے خالی نہ لوٹتا تھا۔

O...O...O

ازدواجی زندگی کا آغاز

کس نے دیکھا نفس اہل وفا آتش خیز
کس نے پایا اثر نالۂ دل ہائے حزیں!

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے جب جوانی میں قدم رکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کی شادی کی خواہش کا اظہار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیٹی حضرت لبابہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک روایت کے مطابق تین اور ایک روایت کے مطابق دو بیٹے تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے حضرت فضل اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم نے کم سنی میں ہی واقعہ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

O......O......O

یزید کون؟

یزید ۲۵ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت مین دمشق میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام میسون تھا جو قبیلہ بنو کلب کے سردار عبدل بن انیف کی بیٹی تھی۔ یزید نے اپنے ننھیال میں پرورش پائی اور یزید اوّل درجے کا شرابی تھا۔ اس کا قبیلہ حجاز کی سرحد پر ایک صحرا میں آباد تھا جو ناچ گانے کا بہت دلدادہ تھا۔

روایات میں آتا ہے یزید شام کو شراب پیتا اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی۔ پھر صبح کو شراب پیتا اور اسی حالت میں شام ہو جاتی۔ شکار کا شوقین تھا اور اسی وجہ سے اس کے پاس کافی تعداد میں شکاری کتے ہوتے تھے۔ یزید نماز نہیں پڑھتا تھا اور نہایت جابر و ظالم تھا۔ اس دور میں اس سے بڑا ظالم اور کوئی نہیں تھا۔ یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کو قتل کروایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے جانثاروں کا خون ناحق بہایا۔ یزید اتنا بڑا گستاخ تھا کہ اپنے استادوں سے بھی لڑ پڑتا تھا اور انہیں مارنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۶ھ میں اپنی زندگی میں ہی لوگوں سے یزید کی تخت نشینی کی بیعت لی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا کہ تم اپنے والد سے کہو کہ وہ تمہیں اپنا ولی عہد نامزد کریں اور اس وقت بیشتر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وصال ہو چکا ہے اور تمہاری نامزدگی پر کسی کو اعتراض بھی

نہیں ہوگا چنانچہ یزید نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ اس نے ایسی بات کیوں کہی؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ کے بعد بھی قتل و غارت گری نہ ہو لہٰذا یزید کی بیعت میں کوئی حرج نہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی لوگوں سے یزید کی بیعت لینا شروع کر دی تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ اپنی زندگی ہی میں یزید کو ولی عہد بنا کر بیعت لے لی تھی اور جن پانچ لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی ان میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یزید حقیقتاً حضور نبی کریم ﷺ کے دین کا منکر تھے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت نہ کی۔

حضرت امیر معاویہ کا وصال ۶۰ھ میں ہوا۔ مرنے سے پہلے انہوں نے یزید کو چند نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ عراق کے لوگ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ضرور تمہارے مقابلے پر کھڑا کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو نرمی اور درگزر سے پیش آنا وہ حضور نبی کریم ﷺ کے نواسے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت پر بیٹھا تو تخت پر بیٹھتے ہی اس نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو ایک خط لکھا اپنے باپ کے انتقال کی خبر دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے تم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی کوشش کرو۔

مدینہ منورہ کا گورنر ولید بن عقبہ شریف انسان تھا وہ لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کے دل میں اہل بیت کا بہت احترام تھا چنانچہ ولید بن عقبہ نے

مروان بن الحکم کو مشورے کے لئے بلایا۔ اگرچہ مروان بن الحکم بھی پرے درجے کا بدنیت، بدزبان، بدکردار اور مکار تھا مگر اس وقت ولید بن عقبہ کو ایسے بندے کی ضرورت تھی جو اسے کوئی مشورہ دے سکے۔ مروان بن الحکم نے مشورہ دیا کہ حضرت سیدنا امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو یہاں بلا کر بیعت کا مطالبہ کرو اگر وہ نہ مانیں تو ان کی گردنیں اڑا دو۔ اس پر ولید بن عقبہ نے کہا ایسا قدم اٹھانا کیا ضروری ہے؟ اس پر مروان بن الحکم نے کہا بہت ہی ضروری ہے اگر تم نے ایسا کام نہ کیا تو پھر یہ تمہاری گردن اڑا دیں گے۔

صاحب تفسیر المعانی لکھتے ہیں کہ یزید نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کہا تھا کہ کاش میرے بدر والے بزرگ زندہ ہوتے اور وہ دیکھتے کہ میں نے بنی ہاشم کے سرداروں میں سے بڑے سردار امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر کے بدر کا بدلہ لے لیا ہے اور پھر اس وقت وہ خوشی سے پکارتے اور کہتے کہ اے یزید! تیرے ہاتھ کبھی نہ تھکیں۔

روایات میں آتا ہے کہ یزید بلا کا شراب نوش اور ناچ گانے کا دلدادہ تھا۔ یزید کی برکرداری دیکھ کر اہل مدینہ نے ایک وفد اس کو سمجھانے کے لئے بھیجا اور اس وفد نے ناکام واپس آ کر یزید کی برکرداری اور برائیاں بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ بے دین ہے، کتوں سے کھیلتا ہے، ناچ گانے کا دلدادہ اور شرابی ہے ہم اس کی بیعت توڑتے ہیں۔ یزید نے شراب کی حرمت میں کہا کہ اللہ نے نمازیوں کے لئے ہلاکت کا حکم دیا ہے نہ کہ شرابیوں کے لئے پس شراب حلال ہے اس لئے ہم شراب پیتے ہیں اور یہ جنت میں بھی جنتیوں کو پلائی جائے گی۔

یزید نے یہ بھی کہا کہ اگر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شراب نوشی حرام ۔۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر رہ کر شراب نوشی کرلو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے شاید اسی وجہ سے فرمایا تھا کہ میری سنتوں کو بدلنے والا پہلا شخص بنو امیہ سے ہوگا اور اس کا نام یزید ہوگا پس اللہ عزوجل ان لوگوں کا حشر بھی یزید کے ساتھ کرے گا جو کسی بھی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کے منکر یا انحراف کرنے والے ہوں گے۔

معاویہ بن یزید جو کہ یزید کا بیٹا تھا اس نے بدبخت باپ کی موت کے بعد تخت پر بیٹھتے ہوئے ایک طویل خطبہ دیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ میرے باپ حاکم بنا مگر وہ نالائق تھا اور نواسہ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور قبر میں گناہوں کے وبال کے سبب مستحق عذاب ہوا۔ پھر معاویہ بن یزید نے روتے ہوئے کہا کہ اس کی بری موت اس کا براٹھکانہ ہے اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ناموس وعظمت پر حرف اٹھایا اور شراب کو حلال کیا اور کعبہ کی عظمت کو نقصان پہنچایا۔

اکابرین کی یزید کے متعلق رائے:

یزید اور اس کے حامیوں کے متعلق ہر دور کے علمائے حق نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں یزید اور ابن زیاد پر لعنت نازل کرے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے کفریہ اعتقاد پر ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل سے ثابت کیا کہ یزید بلاشبہ لعنت کا حقدار اور کافر ہے۔

علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یزید کے کفر کے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ وہ شراب کو حلال سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے جو کہ اس کے افعال کی وجہ سے اس پر صادق ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید جہنمی اور ملعون ہے کیونکہ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی صادق آتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب مدینہ منورہ کو خون سے رنگا جائے گا اور یزیدی فوج نے مدینہ منورہ کو خون سے رنگین کر کے اس کی بے حرمتی کی پس وہ ملعون و جہنمی ہوا۔

علامہ سیّد امیر علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں سورۂ حشر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یزید فسادی تھا اور اس نے خونریزی کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مدینہ منورہ میں قتل عام کروایا۔

علامہ سیّد محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یزید، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دل سے قائل نہ تھا اور اس کے افعال خبیثہ تھے اور اس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم کئے اور ان کی بے حرمتی کی، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کو شہید کروایا پس یزید اور ابن زیاد اور ان کے حمایتوں پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو۔

مجدد عالم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یزید بدبخت تھا اور اس کی بدبختی میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے۔

علامہ قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو اذیت پہنچائی اور اسی وجہ سے وہ لعنت کا حقدار ہے اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یزید نے اہل بیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچا کر درحقیقت حضور

نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچائی پس وہ لعنت کا حقدار ہوا۔

امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید فاسق و فاجر تھا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یزید نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا اور ان کے قتل پر راضی ہوا پس اس نے عترتِ رسول ﷺ کی بے حرمتی کی۔ ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اور اس کے بے دین ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رکھتے۔

یزید تو نے کچھ دیر زندگانی کی
مرے حسین رضی اللہ عنہ نے صدیوں پہ حکمرانی کی
لبِ فرات کئی لوگ مر گئے تشنہ
مگر بجھی نہیں ہے پیاس پھر بھی پانی کی

O.....O.....O

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

ابوعبداللہ، شمع آلِ محمد ﷺ سبط الرسول ﷺ شہید کربلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے نواسے، امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور شہزادیٔ رسول ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ منورہ میں تولد ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نامِ مبارک "حسین (رضی اللہ عنہ)" رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سینہ سے پاؤں تک حضور نبی کریم ﷺ کے مشابہ تھے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک حضور نبی کریم ﷺ کے مشابہ تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک "حرب" رکھا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دیتے ہوئے اپنا لعابِ دہن میں منہ میں ڈالا اور دعائے خیر فرماتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کا نام "حسین (رضی اللہ عنہ)" رکھا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی چچی ام فضل رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور فرمایا کہ انہیں دودھ پلایا کیجئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ابھی سات برس ہی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مختصری مدت میں بھی اپنے نانا جان سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کیے۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی اپنے ان دونوں نواسوں کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور ان کے اخلاقِ حسنہ کی تربیت فرماتے تھے۔

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ کی کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا۔ آپ ﷺ انہیں تقسیم فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی چھوٹے تھے آئے اور ایک کھجور کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ آپ ﷺ نے وہ کھجور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکالی اور فرمایا کہ میرے اہل بیت کے لئے زکوٰۃ حرام ہے۔ پس اس دن کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا حضور نبی کریم ﷺ کی بات ذہن نشین کر لی اور پھر کبھی اہل بیت کی سیادت پر حرف نہ آنے دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو گھر کے اندر جا کر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں معلوم ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے پس تم اسے رونے نہ دیا کرو۔''

حضرت یعلیٰ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں پس جو اس سے محبت رکھے گا اللہ عزوجل اس سے محبت رکھے گا۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ کی دائیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کی بائیں جانب گود میں تشریف فرما ہیں جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

> ''اے علی (رضی اللہ عنہ)! حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) دونوں میزان کے پلڑے ہیں جبکہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس کا ترازو ہے اور ترازو دو پلڑوں پر ہی قائم رہتا ہے جبکہ تم روزِ محشر لوگوں کا اجر تقسیم کرو گے۔''

بچپن میں ایک روز حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپس میں کشتی کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

> ''حسن (رضی اللہ عنہ)، حسین (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لو۔''

جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بابا جان! آپ ﷺ بڑے بھائی کو کہتے ہیں کہ وہ چھوٹے بھائی کو پکڑ لے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

> ''جبرائیل (علیہ السلام) بھی تو حسین (رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے ہیں کہ وہ حسن (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لیں۔''

ایک دفعہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم تختی لکھ کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کرنے لگے: نانا جان! دونوں میں سے کس کا خط اچھا ہے؟ حضور

نبی کریم ﷺ ان میں سے کسی ایک کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے کہ اسے رنج نہ پہنچے خود فیصلہ نہ فرمایا اوران کو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ فیصلہ کریں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی خود فیصلہ نہ کیا اور ان کو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے خط کی زیادہ پہچان نہیں ہے اس لیے میں یہ سات موتی زمین پر ڈالتی ہوں۔ تم میں سے جو زیادہ موتی چن لے گا اسی کی تختی اچھی ہوگی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے موتی ہوا میں اچھال دیئے اور جب زمین پر گرے تو جنت کے شہزادوں نے ان کو چننا شروع کیا۔ دونوں نے تین تین موتی چن لیے۔ اب دونوں میں سے کوئی ایک ساتواں موتی اٹھا سکتا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور ساتواں موتی اٹھا لیا اور اللہ عزوجل کے حکم سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں شہزادوں نے آدھا آدھا اٹھا لیا۔ دونوں شہزادوں میں سے کسی کو شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا آج اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان کی اتنی رنجیدگی بھی منظور نہیں اور ایک وقت آئے گا دونوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں بے پناہ مصائب کا سامنا کیا اور آپ رضی اللہ عنہ ابھی کم سن تھے کہ پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا، پھر والدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ جوان ہوئے تو والد بزرگوار کو شہید کر دیا گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

روایات میں آتا ہے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا بھائی! آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتائیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا گمان درست ہے تو پھر اللہ عزوجل حقیقی بدلہ لینے والا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت درحقیقت آپ رضی اللہ عنہ کے صبر کا امتحان تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے غمگسار بھائی کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت کے لیے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیئے گئے معاہدہ کی پابندی کو ضروری سمجھتے ہوئے لوگوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے دوران ان کی بیعت خلافت پر قائم رہے اور ہر ممکن تعاون کرتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی معاہدہ کی شرائط کی پابندی کی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام عزیز و اقارب کو شام کے علاقہ دمشق میں لے گئے اور وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو مختارِ سلطنت بنا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے محل میں رکھا اور ہر طرح سے خاطر و مدارات کی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب بھی دربارِ خلافت میں تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دائیں جانب خصوصی نشست لگواتے اور اگر کہیں جانا ہوتا تو پہلے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سوار ہوتے بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تھے۔ الغرض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے وصال تک حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے تعلقات بے حد خوشگوار رہے۔

O.....O.....O

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی کوشش

ولید نے اسی وقت عبداللہ بن عمر بن عثمان کو بلایا وہ چھوٹے تھے اور انہیں حضرت سیّدنا امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو بلانے بھیجا۔ یہ دونوں حضرات اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عمر بن عثمان نے پیغام دیا کہ آپ کو ولید نے بلایا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔

''تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''ولید کے بیٹھنے کا وقت نہیں ہے اس وقت بلانے کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میرا خیال ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا ہے اور ہمیں اس وقت بیعت کے لئے کہا جا رہا ہے اور ابھی لوگوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا کسی کو علم بھی نہیں ہے چنانچہ اس سے پہلے یہ بات پھیل جائے ہمیں بیعت

کے لئے پابند کیا جا رہا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے اب ہمارا آئندہ کا کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے؟"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں ابھی اپنے خاندان کے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں اور ان کو ساتھ چلنے کا کہتا ہوں، ان لوگوں کو ہم دروازے پر کھڑا کریں گے اور میں اندر جاؤں گا۔"

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

"مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی جان جانے کا خطرہ ہے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں سوچ سمجھ کر جاؤں گا۔"

بعدازاں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم کے جوانوں کو ساتھ لیا اور ولید کے دروازے پر پہنچ گئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان جوانوں سے کہا۔

"تم سب لوگ دروازے پر کھڑے رہو میں اکیلا اندر جاؤں گا اگر ولید کی آواز بلند ہوئی تو تم سب لوگ اندر چلے آنا ورنہ واپسی تک میرا انتظار کرنا۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے۔ ولید اور مروان آج ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دونوں کو بیٹھے دیکھا تو

فرمایا۔

''صلح لڑائی سے بہتر ہے اور اتفاق بڑی اچھی چیز ہے اللہ تم دونوں کے تعلقات کو بہتر بنائے۔''

ان دونوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو ولید نے یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور کہا۔

''امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہو گیا ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ تم لوگوں کو اس مصیبت میں صبر عطا فرمائے۔''

ولید نے کہا کہ مجھے یزید نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لوں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیعت تو اعلانیہ ہوتی ہے یہ خفیہ بیعت کیوں؟ تم لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا اعلان کر دو اور لوگوں سے اعلانیہ بیعت لو پھر مجھ سے مطالبہ کرنا۔ ولید سمجھتا تھا کہ شاید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فوراً انکار کر دیں گے لیکن وہ آپ رضی اللہ عنہ کا نرم لہجہ دیکھ کر ششدر رہ گیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو ہی کافی سمجھا۔

مروان جو بیٹھا یہ سب گفتگو سن رہا تھا اس سے خاموش نہ بیٹھا گیا وہ ولید سے الجھ پڑا کہ اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بیعت نہ ہو سکے گی اس لئے تم انہیں گرفتار کر لو۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تمہاری یہ جرأت نہیں کہ تم مجھے گرفتار کر سکو۔''

یہ فرما کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے۔ ولید نے مروان

سے کہا۔

''تم چاہتے ہو میں اتنی سی بات پر ان کا خون بہا دوں، جو شخص ان کا خون بہائے گا وہ بروزِ محشر اس کا قصاص ادا کرے گا۔''

مروان نے جب ولید کی بات سنی تو طیش میں آ گیا اور کہا۔

''اگر یہی بات ہے تو پھر تم جانو اور تمہارا کام جانے۔''

بعدازاں مروان نے یزید کے ایسے کان بھرے کہ اس نے ولید کو مدینہ منورہ کی گورنری سے ہٹا دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے بعد مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے گھر واپس آ کر اپنے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا جو اس دور کے نابغہ روزگار عالم دین تھے۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔

''آپ رضی اللہ عنہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر دیں اور کسی دوسری جگہ جا کر اپنے حامیوں کے ذریعے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انکار بھی کر دیا تو اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کسی ایسی جگہ گئے جہاں آپ رضی اللہ عنہ کے حامی موجود ہیں تو پھر مجھے اندیشہ ہے کہ اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بات خون خرابے تک جا پہنچے گی۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی بات مان لی

اور فرمایا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنا اب درست نہیں کیونکہ میرے انکار سے یزید مشتعل ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ مدینہ منورہ خون سے رنگین ہو۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس رات ریاض الجنۃ تشریف لے گئے اور عبادت و نوافل میں مشغول رہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تشریف لے گئے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں دعا فرمائی۔

''اے اللہ! میں تیرے محبوب کے روضہ اطہر پر حاضر ہوں اور میں تیرے محبوب کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور میں یہاں سے جن حالات میں مجبور ہو کر جا رہا ہوں تو انہیں خوب جانتا ہے۔ میں نیکی کو اختیار کرتا ہوں اور برائی سے اجتناب برتتا ہوں۔ اے اللہ! تجھے اپنے پیارے حبیب کا واسطہ کہ تو میرے لئے وہ راستہ کھول دے جس میں تیری اور تیرے محبوب کی رضامندی شامل حال ہو۔''

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پاک پر دیر تک درود و سلام پڑھتے رہے اور آنسو بہاتے رہے۔ پھر قبر انور کو بوسہ دیا اور اس سے لپٹ کر روتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا فرشتوں کی ایک کثیر جماعت حاضر ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آغوش میں لیا اور فرمایا۔

''میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تمہیں خاک و خون

میں تڑپایا جائے گا اور میری امت کے چند جانثاران کے ساتھ تمہیں کربلا میں ذبح کیا جائے گا، تم سب پیاسے رہو گے اور پینے کا پانی میسر نہ ہوگا، تمہارے قاتل میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے مگر اللہ کی قسم انہیں میری شفاعت نصیب نہ ہوگی، تم عنقریب اپنے ماں باپ سے ملنے والے ہو اور وہ بھی تم سے ملنے کے متمنی ہیں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"نانا جان! مجھے دنیا سے جانے کی پرواہ نہیں مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کا متمنی ہوں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"میرے بیٹے! تمہارے لئے شہادت کا عظیم مرتبہ لکھ دیا گیا اور تم اجر عظیم کے مستحق ہو۔"

O.......O.......O

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کے ہمراہ مکہ مکرمہ روانگی

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے ہمراہ مکہ مکرمہ روانگی کی تیاری شروع کی۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے بھی ساتھ چلنے کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تمہاری طبیعت ناساز ہے اور تمہارے ہی ذریعے مجھے مدینہ منورہ کے حالات سے آگاہی حاصل ہوگی۔''

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات و واقعات ان کے گوش گزار کیے۔ حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''تمہاری باتیں سن کر میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے مگر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سنا ہے کہ میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو عراق کی سرزمین پر شہید کیا جائے گا اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس مقام جس کا نام کربلا ہے کہ مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا

کہ میرے بیٹے کو شہید کر دیا گیا ہے پس میرے بیٹے تمہارا یہ
سفر مکہ مکرمہ کا نہیں بلکہ عراق کا ہے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب بات سنی تو رو دیئے اور عرض کیا۔

"پیاری امی جان! مجھے معلوم ہے کہ میرے ساتھ ظلم کیا جائے گا
اور مجھے شہید کر دیا جائے گا۔"

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

"تم اپنے ساتھ اہل و عیال اور بچوں کو نہ لے جاؤ"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"امی جان! یہ سب کچھ تو لکھ دیا گیا ہے اور مشیت الٰہی یہی ہے
کہ وہ میرے ہمراہ ہوں۔"

بعدازاں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک سے لپٹ کر روتے رہے۔ پھر اپنے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حاضری دی اور سلام پیش کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جنت البقیع میں مدفون دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور کی زیارت کی اور دعائے خیر فرمائی۔

۲۸ رجب المرجب ۶۰ھ کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی جانب روانگی سے آگاہ کیا اور انہیں منتظم بناتے ہوئے سفر کے انتظامات کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے سواریوں کا انتظام کیا اور کچھ ہی دیر میں سفر کا سامان جمع کیا اور پھر سامانِ سفر اور سواریوں کے ہمراہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عورتوں کو سواریوں پر سوار کروانے کے بعد دیگر لوگوں کو بھی سواریوں پر سوار کروایا۔

۲۸ رجب ۶۰ھ کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔اس وقت مکہ مکرمہ میں صرف دو ہی خاندان تھے ایک بنوامیہ اور دوسرا بنو ہاشم۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بنو ہاشم سے تھا۔جب مکہ مکرمہ کی ریاست اسلامی ریاست بن گئی تو پھر دونوں قبیلوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم میں سے کسی کو کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا تاکہ ہر قسم کے تفرقے اور نفرتوں کا خاتمہ ہو جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نہ ہاشمی تھے اور نہ ہی اموی۔ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے جو کہ اموی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں پھر اموی اور ہاشمی کا امتیاز پیدا ہو گیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو امویوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بھرپور مخالفت کی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب اپنا دارالخلافہ عراق منتقل کیا تو وہاں پر بنو ہاشم کا اثر قائم ہو گیا۔

عراق کے ساتھ عجم کی بھی طاقت تھی اس طرح عراق سے لے کر ایران اور خراسان کے علاقوں پر بنو ہاشم کا اقتدار ہو گیا تھا۔حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے خلافت ان کے حوالے کر دی تھی تو اس وقت بنو ہاشم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو پسند نہ کیا تھا چنانچہ اب بنو ہاشم کی اصطلاح اہل بیت میں بدل گئی اور مقابلہ بنوامیہ اور اہل بیت میں ہو گیا۔ جب کوفیوں نے یہ سنا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا ہے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے تو بنوامیہ کے خلاف بغاوت کا جو جذبہ ان کے دلوں میں پک رہا تھا اس نے انہیں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی امداد اور یزید کی مخالفت کے لئے بے چین کر دیا۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد شعب ابی طالب میں قیام فرمایا جہاں آپ رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ کے اکابرین نے ملاقات کی۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو علم حسینی عطا ہونا:

عبداللہ ابن سنان کوفی سے مروی ہے فرماتے ہیں جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب عازمِ سفر ہوا تو لشکر حسینی کا علم حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ علم حسینی پکڑے چل رہے تھے۔

ہر ایک شام کو بخشی ترے لہو نے شفق
ہر ایک صبح ترے ذکر نے سہانی کی

O.....O.....O

اہل کوفہ سے خط و کتابت

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو عمائدین کوفہ کے خط پر خط اور پیام پر پیام پہنچنے لگے کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا کہ کوفیوں کی طرف سے پیغامات موصول نہ ہوئے ہوں کوفیوں کو جب اپنے خطوط و پیغامات کے تسلی بخش جوابات موصول نہ ہوئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وفود بھیجنا شروع کر دیئے ان وفود میں عراق کے مشہور لوگ شامل ہوتے تھے اور وہ تین امور پر زور دیتے تھے ایک یہ یزید کی ہرگز بیعت نہ کی جائے دوسرے یہ کہ کوفہ تشریف لایئے اور خلافت کی بیعت لیجئے۔ تیسرے یہ کہ ہم لوگ مرتے دم تک وفاداری اور جانثاری کی روش پر قائم رہیں گے۔ ہمارے سامنے یزید کی طاقت کچھ بھی نہیں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ حجاز اور عراق آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونگے اور صرف ایک شام آپ رضی اللہ عنہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

یہ دعوے بڑے بڑے بارسوخ اور عمائدین کی طرف سے کیے گئے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ لوگ صدق دل اور پختگی کے ساتھ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے تو یزید کی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ، یزید کو نااہل غیر مستحق اور فاسق تو سمجھتے ہی تھے اور اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ یزید کا اقتدار سے عزل فرض کفایہ ہے اس لیے ان کو فوری طور پر اس بھر

پورحمایت پر کوفیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کوفہ جانے کا فیصلہ کر لینا چاہئے تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ان کوفیوں کی متلون مزاجی کو اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے اور گذشتہ حالات آپ رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے کہ ان کوفیوں نے جس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے وفا کے جو عہد و پیمان باندھے تھے وہ ان پر پورا نہ اترے تھے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی:

مکہ مکرمہ میں لواحقین نے بھی احتیاط سے کام لینے پر زور دیا تھا اس لیے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے پہلے اپنا ایک نمائندہ کوفہ بھیجا جائے اور پھر نگاہِ انتخاب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پر پڑی جو آپ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا پرتپاک استقبال کیا اور چند دنوں کے اندر اٹھارہ ہزار سے زیادہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور سارے حالات سے آگاہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خط حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانگی کی تیاری شروع کر دی۔

روایات کے مطابق حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے اور مختار بن عبید ثقفی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ کوفہ والے تو بڑی شدت سے انتظار کر رہے تھے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ بیعت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے لگے۔ دو روز کے اندر اٹھارہ ہزار کوفیوں

نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی بیعت کر لی اوران میں ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے۔

گورنر کوفہ کی برطرفی:

کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ایک نیک فطرت بزرگ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ کوفہ والوں کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کر رہے تھے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اورعزت افزائی پر خاموش تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ صلح جو اور حلیم الطبع بزرگ تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی عملی قدم نہ اٹھایا۔ جب دمشق میں یہ خبریں پہنچیں تو یزید کی پریشانی کی انتہاء نہ رہی اس نے فوری طور پر اپنے مشیروں کا اجلاس طلب کیا اور فوری طور پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو برطرف کر دیا گیا۔ عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا اور اسے حکم دیا گیا کہ مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو یا کوفہ سے نکال دو۔

ابن زیاد جو کہ بصرہ میں موجود تھا اپنے سترہ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ بصرہ سے روانہ ہونے کے بعد اس نے وہ راستہ چھوڑ دیا جو بصرہ سے کوفہ کو جاتا تھا وہ راستہ اختیار کرلیا جو مکہ مکرمہ سے کوفہ کو جاتا تھا اس فیصلہ کے پیچھے اس کی گہری منصوبہ بندی اور شیطانیت کارفرما تھی۔ اسے علم ہو چکا تھا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے کی دعوت دی جا چکی ہے اور کوفہ والے شدت سے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے کوفہ والوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جس میں اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جب وہ کوفہ کے قریب پہنچا تو ایک جگہ رک کر شام کا انتظار کرنے لگا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور اچھی طرح انسان کی پہچان نہ

ہو سکتی تھی۔ تو اپنے لشکر کو چھوڑ کر چند قابل اعتماد ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس نے اپنے چہرے کو نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا تا کہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں۔

کوفہ کے لوگ اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے وہ سمجھے کہ شاید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے نعرے بلند کئے اور ابن زیاد مکارانہ انداز میں گورنر ہاؤس کی طرف روانہ ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے مگر اس نے اس وقت لوگوں کو مخاطب نہ کیا۔ گورنر ہاؤس پہنچنے کے بعد اس نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ کئی لوگ سمجھ گئے کہ یہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ ابن زیاد چونکہ حالات پر جلد قابو پانا چاہتا تھا اس لئے اس نے پہلے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزولی کے احکامات سنائے اور پھر جامع مسجد میں پہنچ کر اہل کوفہ کے سامنے نہایت زبردست تقریر کی:

"امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے میں مظلوموں سے انصاف، فرمانبرداروں پر احسان اور غداروں اور نافرمانوں پر سختی کروں۔ میں یہ حکم بجا لاؤں گا۔ دوستوں سے میرا سلوک مشفق اور مہربان باپ جیسا ہوگا لیکن جو شخص میرے احکام سے سرتابی کرے گا اسے تلوار کی دھار اور کوڑے کی مار کا مزہ چکھاؤں گا اس لیے ہر شخص کو خود اپنی جان پر رحم کرنا چاہئے۔"

اس تقریر کا کوفہ کے لوگوں پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ کوفہ والے مخلص نہ تھے اس لیے بزدل بھی تھے۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور ابن زیاد کے ساتھ نفتی کے چند افراد تھے۔ وہ اگر بزدلی نہ دکھاتے تو تقریر کے دوران ہی اس کی تکابوٹی کر دیتے لیکن

تقریر سن کران میں سے اکثر کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔ ابن زیاد اس تقریر کے بعد گورنر ہاؤس چلا گیا اور اپنے ساتھ لائے ہوئے لوگوں کو بھی خفیہ میٹنگ کے لئے بلا لیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابن زیاد کے گورنر بننے اور کوفیوں کے دغا دینے کی خبر سننے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ کے ایک سردار ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے جو کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثاروں میں سے تھے۔ ابن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش کے لئے اپنے جاسوس شہر میں پھیلا دیئے۔ ابن زیاد کے جاسوس شہر بھر میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے رہے مگر ناکام رہے۔ اس دوران ابن زیاد ایک روز خود ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گیا۔ ابن زیاد کو ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ پر شک گزرا اور اس نے اپنے جاسوسوں کو اس کے گھر کی نگرانی پر مامور کر دیا۔ ابن زیاد کے ایک جاسوس نے ہانی بن عروہ کے گھر کے ایک بزرگ کو اپنی باتوں میں پھنسا لیا اور اس سے کہا کہ میں دلی خواہش کے ساتھ یہاں پہنچا ہوں اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کسی داعی کی خدمت میں تین ہزار دینار جو میری ملکیت ہیں پیش کر کے ثواب حاصل کروں۔

وہ بزرگ اس جاسوس کی باتوں میں آ گئے اور اسے لے کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ وہ شاطر جاسوس حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قدموں سے لپٹ گیا اور آنسو بہانا شروع ہو گیا۔ پھر اس نے ابن زیاد کو مخبری کی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ، ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر ہیں۔ ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو طلب کیا اور ان سے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میرے مہمان ہیں میں تمہارے حوالے ہرگز نہ کروں گا۔ ابن

زیاد غصہ میں آ گیا اور اس نے انہیں قید میں ڈلوا دیا۔

پھر ابن زیاد نے کوفہ کے دیگر قبائل کے سرداروں کو اپنے ہاں مدعو کیا اور جب وہ پہنچے تو اس نے قلعہ کے دروازے بند کروا دیئے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جب خبر پہنچی تو وہ ان اٹھارہ ہزار جوانوں کو لے کر جو بیعت کر چکے تھے گورنر ہاؤس پہنچے۔ ابن زیاد نے ایک اور چال کھیلی اور اس نے ان تمام سرداروں کو کہا کہ وہ اپنے اپنے قبائلیوں کو حکم دیں کہ وہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیں ورنہ ان کے سر قلم کر دوں گا۔ ان سرداروں نے اپنے اپنے قبائلیوں کو حکم دیا اور وہ جو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حق کے لئے اپنی گردنیں کٹوانے کو تیار تھے انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ والوں کی غداری دیکھی تو پریشانی کے عالم میں ایک طرف چل دیئے۔ اس دوران ایک ضعیفہ کے پاس سے آپ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پانی طلب کیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پانی پلایا اور کہنے لگی کہ سارا کوفہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے آپ رضی اللہ عنہ میرے گھر میں رہیں میں آپ رضی اللہ عنہ کو باہر نہ جانے دوں گی۔ میرا بیٹا بھی جاسوس ہے اور آپ رضی اللہ عنہ فی الوقت میرے گھر کے تہہ خانے میں چھپ جائیں۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اس ضعیفہ کے گھر چھپ گئے۔ اس دوران اس کا بیٹا گھر آیا اور شک پڑنے پر اس نے ابن زیاد کو آپ رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سربراہی میں ستر جوانوں کا ایک دستہ روانہ کیا اور وہ اس گھر پر حملہ آور ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تو اس ضعیفہ کو ابن زیاد کے انتقام سے بچانے کے لئے گھر سے باہر آ گئے۔ گھر سے باہر آنے کے بعد

آپ رضی اللہ عنہ کا محمد بن اشعث اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے پناہ کا وعدہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا جہاں ابن زیاد نے آپ رضی اللہ عنہ کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن اشعث کو اس کا وعدہ یاد دلاتے ہوئے کہا کہ تم اپنا وعدہ نہ کر سکے اب تم میری ایک بات مان لو اور میرے بھائی حسین (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھ کر کوفہ کے حالات سے آگاہ کر دو۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو بھی گورنر ہاؤس کے اندر قتل کروا دیا جبکہ ایک روایت کے مطابق سر بازار قتل کیا گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے دونوں معصوم بچوں کو جنہیں وہ اپنے ہمراہ کوفہ لائے تھے اور وہ قاضی شریح کے ہاں مقیم تھے انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہم کے سروں کو ابن زیاد نے یزید کے پاس دمشق بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک مکتوب بھی لکھا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پناہ لی تھی اور میں نے ان پر قابو پا کر ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے سر تن سے جدا کر دیئے اور اب دونوں سر یزید کے پاس بھیج رہا ہوں۔ یزید کو جب حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہم کے سر اور مکتوب ملا تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو جوابی مکتوب لکھا اور کہا تو نے مجھے مطمئن کر دیا اور میں تیرے بارے میں ایسا ہی سوچتا تھا۔

O.....O.....O

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

اہل کوفہ کی جانب سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بار بار مکتوب لکھے جا رہے تھے اور ان میں وہ اپنی وفاداری کی قسمیں کھا رہے تھے اور اس دوران آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط بھی ملا جس میں انہوں نے اہل کوفہ کی جانب سے مکمل حمایت اور وفاداری کا ذکر کیا تھا۔ اہل عراق کے خطوط اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خط کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس دوران آپ رضی اللہ عنہ کو خبر نہ تھی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور اہل کوفہ نے عہد شکنی کر دی ہے اور اب وہ آپ رضی اللہ عنہ کی حمایت سے دستبردار ہو کر یزید کے پیروکار بن گئے ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی کا علم جب عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو ہوا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کوفہ والے اگر آپ رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں تو وہ یہاں آ کر آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ یہاں رہ کر اپنی خلافت کا اعلان کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں خون ریزی نہیں چاہتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر عراق والے آپ رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں تو پہلے وہ ملک شام پر قبضہ کریں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو ناحق لڑائی میں جھونکنا چاہتے ہیں اور وہی

سلوک آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار اور بھائی سے کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عذر کو تسلیم نہ کیا اور قریباً چار ماہ مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ سے رخصتی کے وقت ذیل کا خطبہ دیا۔

''موت اولادِ آدم علیہ السلام کے لئے لازم ہے اور یہ مومن کے لئے باعث زینت ہے جس طرح عورت کے گلے میں ہار۔ مجھے اپنے بزرگوں سے ملنے کا شوق ہے اور یہ شوق حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح ہے جس طرح وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کے مشتاق تھے۔ میرے لئے مقتل تیار کیا گیا ہے جسے میں دیکھوں گا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں، جنگل کے بھیڑیے مجھے چیڑ رہے ہیں اور مجھ سے اپنے شکم بھر رہے ہیں۔ جو بات لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا، ہم اہل بیت بھی اللہ عزوجل کی رضا میں راضی ہیں اور اس آزمائش پر صبر کرنے والے ہیں وہ یقیناً ہمیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے ان کی آل دور نہیں ہوگی اور ہم جلد جنت میں ملنے والے ہیں جو ہمارے لئے اپنی جان قربان کرے گا وہ اپنے نفس کو حق سے ملنے پر آمادہ کر چکا ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ روانگی کی خبر جب ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے جاسوسی کا نظام سخت کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہمدردی رکھنے والوں کو قید اور مارنا شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قافلہ جب صفاح کے مقام پر پہنچا تو وہاں آپ رضی اللہ عنہ

کی ملاقات عرب کے مشہور شاعر فروزق سے ہوئی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب ثعلبہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جانب سے ایک گھڑ سوار کو آتے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے روک کر کوفہ کے حالات دریافت کئے تو اس نے عرض کیا کہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا اور اس نے یزید کے مخالفین پر کوفہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہم کے گھر مقیم تھے انہیں بھی شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جتنے بھی حامی تھے وہ بھی سب شہید کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر دیگر لوگوں کو سنائی تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہا جو کہ اس قافلے میں شامل تھیں وہ رو پڑیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اللہ ان ظالموں سے بدلہ لے گا اور انہیں جہنم واصل کرے گا۔
میرے بھائی مسلم (رضی اللہ عنہ) کے ذمہ جو فرض تھا وہ انہوں نے
بخوبی نبھا دیا اب جو کچھ ہے وہ ہمارے ذمہ ہے۔"

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بیوہ اور دیگر بچوں کو بھی تسلی دی۔

جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ زبالہ کے مقام پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ عبداللہ بن لقطیر رضی اللہ عنہ جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے انہیں بھی شہید کر دیا گیا ہے۔ ابن زیاد نے کوفہ کی جانب جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کروا دی اور اپنے جاسوس چھوڑ دیئے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کا پتہ چل سکے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو جب ابن زیاد کے ان اقدامات کی اطلاع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے مشیت الٰہی سمجھ کر قبول کیا اور منزل بہ منزل سفر طے کرتے ہوئے کوفہ کی جانب سفر رواں دواں رکھا۔

جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ سُرات پہنچا تو حر ابن ریاحی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آیا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر سکے۔ جب سُرات کے صحرا میں حر ابن ریاحی اور اس کے لشکری پیاس سے برے حال داخل ہوئے تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ انہیں پانی پلاؤ۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس ریگستانی علاقے میں حر ابن ریاحی اور اس کے لشکریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں از خود تمہاری جانب نہیں آیا بلکہ تم نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہماری راہنمائی فرمائیں۔ اب جب میں آ گیا تو تمہیں میرا آنا ناگوار گزرا ہے میں اپنی منزل کی جانب واپس لوٹ جاتا ہوں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کو سن کر حر ابن ریاحی اور اس کے لشکر نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نماز کی امامت فرمائی اور حر ابن ریاحی اور اس کے لشکریوں نے نماز ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور حر ابن ریاحی کا لشکر اپنے خیموں میں لوٹ گیا۔ پھر نمازِ عصر کا وقت ہوا اور اذانِ عصر کے بعد حر ابن ریاحی کے لشکر نے ایک مرتبہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی امامت میں نمازِ عصر ادا کی۔ نماز کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ذیل کا خطبہ دیا۔

"اے لوگو! اگر تمہیں اللہ کا کچھ خوف ہے تو پھر حق کو پہچانو، یہ

بات اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے۔ آلِ رسول ﷺ اسلامی نظام
کی بدولت ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو اپنے دعویٰ میں
غلط ہیں اور ظالم ہیں۔ تم لوگوں نے اپنے خطوط اور قاصدوں
کے ذریعے اپنا ارادہ ظاہر کیا اگر اس سب کے مخالف ہو تو پھر
میں لوٹ جاتا ہوں۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن کر حر ابن ریاحی نے عرض کیا کہ مجھے ان خطوط کی بابت کچھ علم نہیں ہے۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ اور بصرہ کے عمائدین کے خطوط منگوا کر اسے دکھائے۔ حر ابن ریاحی نے عرض کیا کہ میں ابن زیاد کے حکم پر کہ قافلہ والوں کو پکڑ کر میرے سامنے لایا جائے اس کا پابند ہوں۔ میرے لشکر نے ابھی تک آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی زیادتی نہیں کی' میری درخواست ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ چلیں یا پھر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس راستے کی بابت دریافت کیا تو حر ابن ریاحی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کے راستے پر ڈال دیا۔ چنانچہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سُرات جو کہ قادسیہ کے نزدیک تھا اور وہاں سے کوفہ نزدیک تھا کی بجائے کربلا کی جانب چل دیئے جہاں سے کوفہ کا فاصلہ قدرے دور تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قافلہ سفر کرتا ہوا منزل درمنزل نینوا پہنچا۔ نینوا دریائے فرات کے کنارے آباد ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا گیا کہ وہ دریائے فرات سے قدرے دور کربلا کے لق و دق صحرا میں قیام پذیر ہوں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر قافلے والے کربلا کے میدان میں خیمہ زن ہوئے جہاں دریائے فرات اور ان کے درمیان ایک پہاڑ حائل تھا۔

O......O......O

لشکرِ حسینی کربلا میں

۶۱ ھ کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ میدانِ کربلا میں داخل ہوا اور خیمہ زن ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور دیگر جانثاروں کو اسی جگہ خیمے لگانے کا حکم دیا۔ جب خیمے لگ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے جانثاروں کو جمع کیا اور ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کی۔

''الٰہی! ہم تیرے نبی کی عزت اور اولاد ہیں۔ ہمیں تیرے حرم اور تیرے نبی کے شہر سے دور کر دیا گیا ہے' ہم پر ظلم روا رکھا گیا پس تو ہمارے حق کو پورا فرما اور حق کو باطل پر سبقت عطا فرما۔ عام لوگ دنیادار ہوتے ہیں اور وہ اس وقت تک دین پر قائم رہتے ہیں جب تک ان پر کوئی آزمائش نہیں آتی اور جب آزمائش آتی ہے تو دیندار لوگ کم رہ جاتے ہیں۔''

پھر کچھ دیر توقف کیا اور فرمایا۔

''میں اگر شہید کر دیا جاؤں تو اپنے چہروں کو مت نوچنا اور نہ ہی اپنے کپڑوں کو پھاڑنا۔ میری بہن زینب (رضی اللہ عنہا) تم جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شہزادی ہو تم صبر سے کام لینا۔''

اگلے ہی روز عمرو بن سعد کوفیوں کی چار ہزار فوج لے کر وہاں پہنچ گیا وہ ایک صحابی کا پوتا تھا وہ لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک سپاہی کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”مجھے کوفہ والوں نے خطوط لکھے تھے کہ ہم یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر وہ نہیں چاہتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔“

عمرو بن سعد نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جواب کے بعد ابن زیاد کو ایک خط لکھا اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو جواباً لکھا۔

”تم حسین (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کرلیں اور اگر وہ بیعت کریں گے تو ان کے ساتھ عمدہ سلوک روا رکھا جائے گا۔“

عمرو بن سعد نے ابن زیاد کے خط سے سمجھ لیا کہ ابن زیاد کو امن و امان سے کچھ غرض نہیں اور وہ جانتا تھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی بھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے اور ان کے جانثار بھی انہی کی پیروی کریں گے۔

پانی کی بندش:

ابن زیاد کے پہلے خط کے بعد عمرو بن سعد کو ابن زیاد کا دوسرا خط ملا جس میں اسے دریائے فرات پر قبضہ کرنے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثاروں پر پانی بند کرنے کا کہا گیا۔ ابن زیاد کے خط کے بعد عمرو بن سعد زبیدی کی سربراہی میں پانچ سو افراد کو دریائے فرات کے کنارے بھیج دیا اور انہیں

دیا کہ وہ کسی بھی حال میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دریا سے پانی نہ لینے دیں۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی کاوش:

لشکرِ حسینی میں جب پانی کی قلت ہوئی تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں کہا کہ وہ چند سواروں کے ہمراہ دریائے فرات پر جائیں اور پانی کی مشکیں بھر لائیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور انہیں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ کیا۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ جانثاروں کے ہمراہ دریائے فرات پر پہنچے اور وہاں عمرو بن حجاج زبیدی نے اپنے لشکر کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ کا راستہ روکا۔ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا ہم یہاں پانی لینے آئے ہیں اور ہمارا مقصد جنگ کرنا نہیں ہے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا تم پانی پی لو مگر میں تمہیں پانی لے جانے نہ دوں گا۔ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہرگز پانی نہیں پیوں گا جب تک جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ پیاسے ہیں ایک قطرہ میرے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ عمرو بن حجاج زبیدی بولا تم سب کو پانی پلانا ممکن نہیں اور ہمیں یہاں اسی لئے تعینات کیا گیا ہے کہ ہم تمہیں پانی نہ لینے دیں۔

حضرت نافع بن ہلال نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم مشکیں بھر لو اور جب وہ مشکیں بھر رہے تھے عمرو بن حجاج زبیدی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان پر حملہ کر دیا اور جواب میں حضرت عباس علمدار اور حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ عنہم نے مقابلہ کیا اور انہیں راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو پانی کی مشکیں لے کر واپس جانے کا کہا اور خود ساتھیوں کی حفاظت کے لئے ان کے پیچھے

پیچھے ہو لئے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے ایک مرتبہ پھر حملہ کیا اور ان دونوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پھر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس لڑائی کے دوران حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ پر نیزے کی کاری ضرب لگی اور شدید زخم آیا اور وہ شہید ہو گئے۔

صلح کی کوششیں:

رات کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعوت پر عمرو بن سعد، آپ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں ملا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے آگے تین تجاویز رکھیں۔

۱۔ مجھے مکہ واپس لوٹ جانے دو۔

۲۔ اگر واپس نہیں جانے دیتے تو یزید کے پاس جانے دو۔

۳۔ اگر دونوں باتیں منظور نہیں تو اسلامی سلطنت کے کسی سرحدی مقام پر بھیج دو۔

شمر ذی الجوشن کی شرانگیزی:

عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو ان تجویزوں سے آگاہ کیا ابن زیاد اس پر آمادہ بھی ہو گیا مگر شمر ذی الجوشن نے اس کی مخالفت کی۔ اس نے کہا۔

"اس وقت وہ ہمارے قبضہ میں ہیں اگر ان کو جانے دیا تو پھر یہ ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے۔"

ابن زیاد نے شمر کی بات مان لی اور شمر ہی کو ایک خط دے کر ابن سعد کے پاس بھیج دیا جس میں لکھا تھا۔

"حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہو کہ: خود کو ہمارے حوالے کر دیں اگر وہ اس پر رضامند ہو جائیں تو میرے پاس بھیج دو انکار کریں تو ان سے لڑو۔"

ابن زیاد نے شمر کو یہ ہدایت بھی کی کہ اگر ابن سعد میرا یہ حکم بجا لائے تو اس کے ماتحت کام کرنا ورنہ اس کی گردن اڑا دینا اور خود فوج کی کمان سنبھال لینا۔ ابن زیاد کے خط میں یہ بات واضح طور پر نظر آ رہی تھی کہ اگر ان سے جنگ جیت لو تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو۔ ابن سعد نے شمر کو برا بھلا کہا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اسی نے ہی ابن زیاد کو صلح سے باز رکھا ہو گا کیونکہ ابن سعد جانتا تھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خود کو ابن زیاد کے حوالے کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے۔ بالآخر حالات سے مجبور ہو کر اس نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد کا مکالمہ:

ابن زیاد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہلے سے خبردار کئے بغیر قدم نہ اٹھانا چاہتا تھا چنانچہ رات کو وہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیموں پر پہنچا۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اپنے بیس سواروں کے ہمراہ اس سے ملے اور اس کی آمد کا مقصد دریافت کیا۔ ابن سعد نے کہا۔

"آپ لوگ ہتھیار ڈال دیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"انہیں کسی طرح آج رات کے لئے ٹال دو تاکہ میں اللہ عزوجل کی عبادت کر لوں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے ابن سعد سے ایک رات کی مہلت طلب کی ابن سعد نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ بات مان لی اور واپس چلا گیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہا۔

"یہ لوگ مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں تم سب رات کی تاریکی میں یہاں سے نکل جاؤ، دشمن تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کے بعد بھی کوئی آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ، کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اس خیال سے رونے لگیں کہ یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بہن کو ہوش دلایا اور انہیں صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے لئے امان:

روایات میں آتا ہے کہ جب ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو عمرو بن سعد کے پاس بھیجا تو شمر نے جانے سے قبل ابن زیاد نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کے لئے امان نامہ لکھوایا کیونکہ وہ رشتہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا ماموں لگتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ اس کی چچازاد بہن تھیں۔

ابن زیاد نے شمر کو حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کے لئے امان نامہ لکھ دیا چنانچہ جب شمر کربلا پہنچا تو رات کے وقت اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پکارا اور جب آپ رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر نکلے تو اس نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے اور تمہارے بھائیوں کے لئے امان نامہ حاصل کیا ہے اور تم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شمر کی بات پر خاموشی اختیار کی۔ اس موقع پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"اگرچہ وہ فاسق ہے مگر تمہارا ماموں ہے تم اس کی بات پر غور کرلو۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے شمر سے کہا۔

''میں تجھ پر اللہ عزوجل کی لعنت بھیجتا ہوں اور ہمیں تیرے امان نامے سے کچھ غرض نہیں ہے۔''

شمر نے جب حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو غصہ میں آگ بگولا واپس لوٹ گیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار:

روایات میں آتا ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے جانثاروں سے شب عاشورہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''میں اپنے جانثاروں کو اپنا وفادار پاتا ہوں اور دوسروں کی نسبت اہل بیت کو زیادہ صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں۔ اللہ عزوجل تم سب کو اس کا اجر عطا فرمائے اور کل یقیناً ہمارا مقابلہ دشمنوں سے ہوگا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم رات کی تاریکی میں یہاں سے نکل جاؤ اور میں کسی پر ملامت نہ کروں گا۔ یہ سب میرے قتل کے خواہاں ہیں اور ان کی اس کے سوا کچھ خواہش نہیں ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب سن کر سب سے پہلے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے اپنا ردعمل ظاہر کیا اور کھڑے ہو کر کہا۔

''ہم ہرگز آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور اللہ عزوجل وہ دن کبھی نہ لائے کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے بغیر زندہ رہیں اور ہم اپنی جانیں آپ رضی اللہ عنہ پر قربان کر دیں گے۔''

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید سب نے کی اور جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے شب عاشورہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور دیگر جانثاروں سے فرمایا کہ تم خیموں کی پشت پر خندقیں کھود دو اور ان خندقوں میں لکڑیاں بھر دو تاکہ دشمن جب حملہ آور ہو تو ان لکڑیوں کو جلا کر دشمن کا پیچھے سے راستہ روکا جا سکے اور خیموں کی طنابیں ایک دوسرے سے باندھ دو تاکہ انہیں اکھاڑنا دشمن کے لئے مشکل ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام جانثاروں نے خندقیں کھودیں اور ان میں خشک لکڑیاں بھر دیں۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی ایک اور کوشش:

شب عاشورہ جب جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ خندق کی کھدائی کے بعد تھک چکے تھے تو اس وقت حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تاکہ آپ رضی اللہ عنہ دریائے فرات سے پانی لا سکیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور آپ رضی اللہ عنہ چند جانثاروں کے ہمراہ دریائے فرات پر پہنچے اور پانی کے حصول کی کوشش کی مگر عمرو بن الحجاج نے آپ رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات سے پانی حاصل نہ کرنے دیا اور دونوں جانب سے شدید لڑائی کے بعد بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کو واپس لوٹنا پڑا۔

حضرت عباس علمدار اور حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہم کے مابین مکالمہ:

روایات میں آتا ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا گزر شب عاشورہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے خیمے کے پاس سے ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے ہو گئے اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند علی اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ

کے مابین گفتگو ہو رہی تھی اور حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے۔

''چچا جان! صبح سب سے پہلے میں اپنی جان قربان کروں گا۔''

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا۔

''غلام کے ہوتے ہوئے شہزادے کا جان قربان کرنا مناسب نہیں اور جب تک میں زندہ ہوں میں تمہیں ہرگز نقصان نہ پہنچنے دوں گا۔''

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''آپ رضی اللہ عنہ علمدارِ لشکر ہیں اور علمدارِ لشکر اگر شہید ہو جائے گا تو تمام لشکر بکھر جائے گا اور آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ہی میرے والد زندہ ہیں۔''

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''تم درست کہتے ہو میں علمدارِ لشکر ہوں مگر تم اپنے باپ کی آنکھوں کا نور ہو اور میں نہیں چاہتا کہ وہ بے نور ہوں۔''

اس موقع پر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''آپ دونوں حضرات کی شہادت چچا جان کی کمر توڑ دے گی اور میں سب سے پہلے میدان میں اتروں گا اور میں یتیم ہوں اور قربانی کا اوّلین حقدار ہوں۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو خیمے

میں داخل ہوئے اور انہیں سینے سے لگالیا اور کہنے لگے۔

''بیٹا! تو نے کیسے جان لیا کہ تو یتیم ہے اور میں تیرا باپ ہوں اور مجھے تیری شہادت کا اتنا ہی غم ہوگا جتنا تیرے باپ کو ہوتا۔''

پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''عباس (رضی اللہ عنہ)! ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم انہیں برباد کریں بلکہ ہم اپنی قربانی سے دین اسلام کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔''

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی بنی ہاشم کے جوانوں کو نصیحت:

روایات میں آتا ہے حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شب عاشورہ میں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے خیمے کے پاس گئی اور وہاں بنی ہاشم کے جوان بیٹھے تھے اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ ان سے فرمارہے تھے۔

''اے جوانو! میری بات سنو اور جب کل جنگ کا آغاز ہو تو تم سب سے پہلے میدانِ جنگ میں اترنا اور موت کی پرواہ نہ کرنا وگرنہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنی جان کے بارے میں فکرمند تھے۔''

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی بات سن کر تمام جوان بولے کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کی پیروی کریں گے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بات پر عمل کریں گے۔

حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے انہیں جان نچھاور کرنے اور مصائب پر صبر کی تلقین کی۔

O---O---O

یومِ عاشور

۱۰ محرم الحرام کو صبح فجر کی نماز کے بعد ابن سعد اپنی فوج لے کر نکلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی صفیں درست کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ذیل کی تقریر کی۔

"لوگو! جلدی نہ کرو پہلے میری بات سن لو مجھ پر تمہیں سمجھانے کا جو حق ہے وہ ادا کر لینے دو اور میرے یہاں آنے کی وجہ بھی سن لو اگر تم میرا عذر قبول کر لو گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو انتہائی خوش نصیب انسان ہو گئے لیکن تم اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی سب مل کر میرے خلاف زور لگا لو اور مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ بڑا کارساز ہے وہی اپنے نیک بندوں کو ہدایت دیتا ہے تم لوگ میرے حسب نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو کہ تمہیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسا اور ان کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں جنہوں نے اللہ عزوجل کے حکم پر سب سے

پہلے لبیک کہا اور اس کے رسول پر ایمان لائے؟ کیا سیّد الشہداء حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے والد کے چچا نہیں تھے؟ کیا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تمہیں میرے اور میرے بھائی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ قول یاد نہیں کہ ہم دونوں جنت کے سردار ہوں گے؟ اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو پھر مجھے بتاؤ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا چاہئے۔''

جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خطاب فرما رہے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ قرآن مجید آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور دشمن سے کسی بھی قسم کا خوف یا خطرہ لاحق نہیں تھا۔ اس دوران ابن سعد کے لشکری آپ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بارگاہِ رب العزت میں یوں دعا فرمائی۔

''یا اللہ! میں نے ہر مصیبت میں تجھ پر ہی بھروسا کیا ہے اور ہر سختی میں تو ہی میری پشت پناہی کرنے والا ہے۔ میں نے ہمیشہ تجھ ہی سے مانگا ہے اور تو نے ہی ہمیشہ میری دست گیری کی ہے۔ تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے تو ہی احسان کرنے والا تھا آج بھی میں تجھ ہی سے التجا کرتا ہوں۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے بتاؤ تم مجھے کس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو؟ ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان سرداروں کے نام لے لے کر فرمایا جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خط لکھے تھے کہ کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے؟ ان بے ایمانوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو خطوط نہیں لکھے۔ آپ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں مجھے جانے دو۔ ان سرداروں نے جواب دیا آپ خود کو ہمارے حوالے کر دیں۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جیتے جی ہرگز خود کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ صرف ایک حر ہی ایسا شخص تھا جس کے دل پر آپ رضی اللہ عنہ کی باتوں کا اثر ہوا۔ اسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو حجاز کا راستہ اختیار کرنے سے روکا تھا اور اس وقت وہ اپنی اس حرکت پر نادم تھا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ان ظالموں کے حوالے کر دیا۔ اسی ذہنی کشمکش کی کیفیت میں اس نے ابن سعد سے پوچھا کیا تمہیں ان کی تینوں تجویزوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں ہے؟ ابن سعد نے جواب دیا کہ اگر میرا کچھ اختیار ہوتا تو میں فوراً منظور کر لیتا مگر اب میں بے بس ہوں۔

یہ جواب سن کر حر یزیدی فوج سے علیحدہ ہو گیا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اپنے گذشتہ فعل کی معافی مانگی اور عرض کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ سلوک کرنے والے ہیں۔ اب میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی جان بھی نچھاور کرنے کو تیار ہوں۔

حر کا کوفیوں سے خطاب:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثاروں میں شامل ہو جانے کے بعد حر نے اہل کوفہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

> ''اے کوفیو! تم نے خود حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت دی اور جب وہ آ گئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ تم نے تو یہ کہا تھا کہ ہم اپنی جانیں ان پر قربان کر دیں گے اور اب تم ان پر حملہ کرنے اور انہیں قتل کرنے کے در پے ہو۔ تم انہیں

اللہ عزوجل کی وسیع وعریض زمین میں چلے جانے سے بھی
روکتے ہو جس میں جانور بھی آزادی کے ساتھ دندناتے پھرتے
ہیں۔ تم ان کے اور دریا فرات کے جاری پانی کے درمیان حائل
ہو گئے ہو حالانکہ اس میں سے کتے اور خنزیر بھی پی پی کر سیراب
ہو رہے ہیں۔ جبکہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے
ساتھی پیاس سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم
نے توبہ نہ کی اور اس ارادے سے باز نہ آئے جس پر عمل کرنے
کے لئے تم نے آج کے دن اور اس گھڑی کمر باندھی ہے تو اللہ
عزوجل تمہیں سخت پیاس کے دن پانی سے محروم رکھے گا۔"

حر کے خطاب کا یزیدی لشکر پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ یزیدی لشکر نے حر پر تیروں کی بارش شروع کر دی جس پر حر لشکر حسینی میں واپس لوٹ گئے۔

حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ کا خطاب:

روایات کے مطابق حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ذیل کا خطبہ دیا۔

"اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرو۔ ایک مسلمان پر واجب ہے
کہ دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور ابھی تک ہم آپس
میں بھائی بھائی اور ایک دین پر ہیں اور جب تک تلوار نہیں چلتی
اس وقت تک ہم تمہیں نصیحت کرنے کا حق رکھتے ہیں اور جب
تلواریں چلیں گی تو ہمارا تمہارا یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا پھر ہم ایک

جماعت ہوں گے اور تم ایک جماعت۔ بے شک اللہ عزوجل
نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی اولاد کے
بارے میں امتحان و آزمائش میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ ہم
اور تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں ہم تمہیں اولادِ رسول کی
نصرت و امداد کرنے اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد اور یزید کا
ساتھ چھوڑنے کی دعوت دیتے ہیں اس لیے کہ تمہیں ان دونوں
سے برائی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ تمہاری آنکھوں میں
گرم سلائیاں پھیریں گے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے تمہارا
مثلہ کریں گے تمہاری لاشوں کو کھجور کی شاخوں پر لٹکائیں گے،
حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ہانی بن عروہ جیسے تمہارے
ممتاز لوگوں کو انہوں نے قتل کر دیا۔"

حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ کے خطاب کا بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں
نے بجائے نصیحت قبول کرنے کے آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

جنگ کا باقاعدہ آغاز:

اس زمانے میں جنگ کے قواعد وضوابط کے مطابق ابتداء میں ایک ایک
اور پھر دو دو کر کے جنگجو میدان میں اترتے رہے۔ اس لڑائی میں حضرت سیدنا امام
حسین رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا اور یزیدی فوج کو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ پھر ابن
سعد نے اپنی فوج کو کھلی جنگ کا حکم دے دیا۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان
کے جانثاروں نے یزیدی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کی صفیں الٹا کر رکھ دیں۔
یزیدی فوج کا نشانہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور وہ بار بار ان پر حملہ آور ہوتے

مگر ہر مرتبہ پسپا ہونے پر مجبور ہر جاتے۔ اس دوران شمر جو کہ یزیدی لشکر کی کمان کر رہا تھا اس نے تیر انداز بلائے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر تیر چلانے شروع کر دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور جانثاروں کے گھوڑے شدید زخمی ہو گئے۔ حر کا گھوڑا بھی زخمی ہوا مگر اس نے پیدل لڑنا شروع کر دیا اور بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

دوپہر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی مگر یزیدی فوج کامیابی حاصل نہ کر سکی کیونکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمے بھی اس طرح لگوائے تھے کہ دشمن صرف ایک رخ سے ہی حملہ کر سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے حکم دیا کہ ان کے خیموں کو آگ لگا دی جائے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تدبیر بھی ناکام بنا دی اور خیموں کے پیچھے چار، پانچ آدمیوں کو اس طرح چھپا دیا کہ جو بھی خیموں کو آگ لگانے کے لئے آتا اسے مار دیا جاتا تھا۔

شدید گرمیوں کے دن تھے اور اس جھلسا دینے والی گرمی میں اس صحرا کے اندر جہاں دور دور تک کوئی سایہ نہ تھا رہنا دشوار تھا مگر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثاروں نے تمام مصائب کا مقابلہ کیا مگر زبان پر کوئی شکوہ نہ آنے دیا۔ اللہ عزوجل کی جانب سے اس آزمائش کو نہایت صبر و استقامت سے برداشت کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی علیم سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے ہوئے تھے اور قبیلہ ہمدان کے کنویں بیرالجعد کے نزدیک اپنا گھر لے کر قیام پذیر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام وہب جو خاندان نمیر بن فاسط سے تھیں وہ بھی آپ

رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مقام نخیلہ میں ایک لشکر مع ساز و سامان کے دیکھ کر لوگوں سے پوچھا یہ لشکر کہاں جا رہا ہے؟ کسی نے بتایا کہ یہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں یہ آرزو رکھتا تھا مجھے مشرکین سے جہاد کا موقع ملے۔

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے حالات سنے اور لشکر کوفہ کو دیکھا تو میں نے یقین کر لیا کہ جو لوگ اپنے نبی کے نواسے پر لشکر کشی کر رہے ہیں ان سے جہاد کرنا بھی عند اللہ مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے سے اجر و ثواب میں کم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور تنہائی میں بلا کر اس کو سب حالات سے اور اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ بیوی نے کہا۔

"تمہارا ارادہ بہت اچھا ہے۔ اللہ تمہاری بہترین تمنا اور آرزو کو پورا کرے چلو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔"

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ بیوی کو ساتھ لے کر رات ہی رات میں چل کر لشکر امام میں پہنچ گئے تھے۔ انہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ امام کے پہلے جان نثار سپاہی کی حیثیت میں نکل کر سالم اور یسار کو موت کے گھاٹ اتارا۔ سالم اور یسار کے قتل کے بعد عمرو بن حجاج جو یزیدی لشکر میں میمنہ پر رئیس تھا۔ اپنے دستہ کو لے کر آ گھیرا۔ جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ پاؤں ٹیک کر سینہ سپر ہو گئے اور تیروں کے وار سے کوفیوں کے گھوڑوں کے منہ پھیر دیے۔

عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقرباء میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ

بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"چچا جان! مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں میدانِ جنگ میں جا کر اپنے والد کا بدلہ کوفیوں سے اور اپنے والد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو آپ کا سلام پہنچاؤں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اے عبداللہ! ابھی مسلم رضی اللہ عنہ کا غم میرے دل پر تازہ ہے ان کی شہادت کا صدمہ بہت ہے تم میدان میں جا کر اور اپنا سر کٹا کر مجھے اپنا بھی داغ دینا چاہتے ہو۔"

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما نے کہا۔

"چچا جان! سب سے پہلے جس نے آپ پر اپنی جان نثار کی وہ میرا باپ تھا اور اب باقی جانثاروں میں سب سے پہلے جو آپ پر نثار ہونا چاہتا ہے وہ میں ہوں۔ خدا کے واسطے مجھے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دیجئے اور منع نہ کیجئے۔"

جب حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کا اصرار بڑھا تو مجبوراً حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما نے میدان میں پہنچ کر رجز پڑھنا شروع کی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے کئی یزیدیوں کو جہنم واصل کیا۔ اس موقع پر ابن سعد نے قدامہ بن اسد فزاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے قدامہ! جنگ کا آغاز کر اور صف سے باہر آ کر بہادروں کی طرح اس ہاشمی کی طرف توجہ دے ہو سکتا ہے۔ تو اس

میرے لشکر کے سر سے ٹال دے اور خود کو کوفہ و شام کے بڑے
جنگجوؤں میں سرفراز کر سکے۔"

قدامہ مسلح ہو کر تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر انجام کے راستے پر تیزی سے چل پڑا۔ قدامہ، حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے سامنے آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نیزے کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا۔ قدامہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک طرف ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بار بار اس پر حملہ آور ہوتے اور وہ بار بار سامنے سے ہٹ جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے قدامہ کا مقابلہ کیا اور تلوار کے ایک وار سے اسے جہنم واصل کر دیا۔ پھر قدامہ کے بیٹے نے آپ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا اور وہ بھی جہنم واصل ہوا۔ پھر ایک بڑے لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ قریباً بیس یزیدیوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانب واپس لوٹنا چاہتے تھے ایک بدبخت نے عقب سے وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد حضرت حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے اور یزیدیوں کو للکارتے ہوئے کہا۔

"میں مکہ کا رہنے والا ہوں ہاشمی نسل اور طالب کے گھرانے کا
ہوں بے شک ہم تمام قبیلوں کے سردار ہیں اور حسین تمام پاکیزہ
لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ شخصیت ہیں۔"

اس کے بعد حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ نے لڑنا شروع کیا اور شجاعت و

بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے بے شمار یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ جب یزیدی ان سے مقابلہ نہ کر سکے تو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بارش شروع کر دی اور آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے اور پھر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ یزیدیوں کی طرف بڑھے اور جانثاری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے اور کافی دیر تک لڑتے رہے بالآخر بشر بن سوط ہمدانی اور عثمان بن خالد جہنی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"تم سب مجھے ایک ایک کر کے چھوڑ رہے ہو۔"

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔

"بھائی! آج ہمارے پاس آپ رضی اللہ عنہ پر نچھاور کرنے کے لئے اپنی جان ہے آپ رضی اللہ عنہ اجازت دیں تاکہ ہم اسے آپ رضی اللہ عنہ پر قربان کریں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور پھر حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما میدانِ جنگ میں اترے اور بہادری کے جوہر دکھاتے عبداللہ بن عقبہ عنقری کے تیر سے زخمی ہوئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہما کا جامِ شہادت نوش فرمانا:

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما کے بعد ان کے بھائی حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ جنگ میں اترنے کی اجازت طلب کی اور بہادری اور جرأت کی داستانیں رقم کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے بھی جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حضرت ابوبکر بن علی اور حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک اور فرزند حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما میدانِ جنگ میں اترے اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے عمرو بن سعد اور اس کے لشکر کو خوب نقصان پہنچایا اور ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ بالآخر خولی بن یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما کا جامِ شہادت نوش فرمانا:

حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بہادری اور شجاعت کی داستانیں رقم کرتے ہوئے یزیدی لشکر کو بھرپور نقصان پہنچایا اور پھر ہانی بن ثویب حضرمی نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور شدید زخمی ہوئے اور پھر انہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی اور بہادری کی داستانیں رقم کرتے ہوئے بے شمار یزیدیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور پھر بالآخر خود بھی شدید زخمی ہوئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما کا جام شہادت نوش فرمانا:

فرزندگانِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اب میدان میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزندگان، حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فرزندگان، حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اور فرزندگان حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہی موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور میدان میں اترے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے یزیدی لشکر کے بے شمار سپاہی جہنم واصل کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری کو دیکھتے ہوئے عمرو بن سعد نے پانچ سو سواروں کے لشکر کو حکم دیا کہ وہ یکبارگی سے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا بھی بھرپور مقابلہ کیا مگر اس معرکے میں خود بھی زخمی ہو گئے۔ اس دوران نیہان بن زہیر نے پشت سے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی ہوتے دیکھا تو آگے بڑھے اور نیہان بن زہیر کو ایک ہی وار میں موت کے گھاٹ اتار دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں اٹھا کر واپس لوٹے مگر آپ رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما میدانِ جنگ میں اترے اور آپ رضی اللہ عنہ انیس برس کے جوان تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب میدانِ جنگ میں اترنے کی اجازت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے طلب کی تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں کیونکر گوارا کروں کہ میرے بھائی کی نشانیاں یوں میرے سامنے شہید کی جائیں؟''

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما بضد رہے اور بالآخر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کو للکارتے ہوئے کہا۔

''میں قاسم بن حسن (رضی اللہ عنہما) ہوں اور خانوادہ رسالت کا چراغ اور گلشن زہرا رضی اللہ عنہا کا پھول ہوں آؤ اور میرا سینہ تیروں سے چھلنی کر دو تا کہ میں جنت میں جاؤں اور تم میں سے کون میرا مقابلہ کرے گا؟''

عمرو بن سعد نے جب حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی بات سنی تو اپنے ایک سالار ارزق کو آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ارزق جو اپنے ہی زعم میں مبتلا تھا اس نے عمرو بن سعد سے کہا تم نے میری بہادری کی یہ قیمت مقرر کی کہ ایک نوجوان کے مقابلے میں مجھے بھیجتے ہو۔ عمرو بن سعد بولا کیا تم جانتے نہیں یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے اور تین دن کا پیاسا ہے اور اگر تو کسی بہادر سے لڑنا چاہتا ہے تو ان سے لڑ اور پھر دیکھ کے بہادری اور شجاعت کسے کہتے ہیں؟ ارزق بولا میرا اس نوجوان سے لڑنا میری توہین کے مترادف ہے اور میرے چار بیٹے یہاں موجود ہیں جو اس سے لڑیں گے۔

پھر ارزق نے اپنے ایک بیٹے کو آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بھیجا جو چند ہی لمحوں میں زمین پر تڑپ رہا تھا۔ ارزق کے دوسرے بیٹے نے جب اپنے بھائی کو یوں تڑپتا دیکھا تو آگے بڑھا مگر وہ بھی چند لمحوں میں زمین پر تڑپ رہا تھا۔ ارزق کے تیسرے بیٹے نے جب اپنے دونوں بھائیوں کو موت کے گھاٹ اترتا دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے لگا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی گالیوں کے جواب میں فرمایا میں تجھے گالی نہ دوں گا کہ میرا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارزق کے تیسرے بیٹے پر حملہ کیا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ارزق نے جب اپنے تین بیٹوں کو یوں موت کے گھاٹ اترتا دیکھا تو خود آگے بڑھا مگر اس کے چوتھے بیٹے نے اسے روک دیا اور کہا میں اپنے بھائیوں کا بدلہ لوں گا۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے ایک ہی وار نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر دوسرا وار کیا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت نے عمرو بن سعد اور کوفیوں پر ایک خوف طاری کر دیا۔ ارزق بھی اس وقت غصہ میں آگ بگولا ہو رہا تھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو کمتر جانا مگر اب اس کے چاروں بیٹے اس کے سامنے جہنم واصل ہو گئے تھے۔ ارزق غصہ میں آگ بگولا آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آیا مگر آپ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ اس کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ کچھ ہی دیر میں وہ بھی زمین پر گرا تڑپ رہا تھا اور پھر اسی حالت میں جہنم واصل ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ، ارزق اور اس کے بیٹوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد واپس لوٹے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔

"اگر مجھے پانی کا ایک گھونٹ مل جائے تو میں ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔"

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''پانی تم حوضِ کوثر پر حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں نوش فرماؤ گے۔''

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما نے چچا کی بات سنی تو میدانِ جنگ میں واپس لوٹے اور ایک مرتبہ پھر بہادری کے جوہر دکھانے لگے پھر شیث بن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر نیزہ کا وار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس زخمی حال میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکارا اور کہا۔

''اے چچا جان! آیئے اور میرا حال دریافت کیجئے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھولیں اور مسکراتے ہوئے اپنی جان مالک حقیقی کے سپرد کر دی۔

گلشن زینب رضی اللہ عنہا کے پھول:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثاروں میں بچے بھی تھے۔ حضرت عون و محمد رضی اللہ عنہم، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر ہیں۔ ایک کی عمر تیرہ برس اور دوسرے کی عمر پندرہ برس ہے جب یکے بعد دیگرے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی شہادتیں ہونا شروع ہوئیں تو حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دو بچوں عون و محمد کی شہادت کا وقت بھی آ گیا۔ گلشن زینب رضی اللہ عنہا کے جنتی پھولوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

''ماموں جان! ہمیں بھی قربانی کی اجازت عطا فرمایئے؟''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''نہیں، تمہیں اجازت نہیں، میں تمہیں اس لئے اپنے ساتھ نہیں

لایا تھا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے تمہیں تیروں کا شانہ بنتے اور نیزوں پر اچھلتے دیکھوں، تم اپنی ماں کے پاس رہو۔"

دونوں صاحبزادگان بولے۔

"ماموں حضور! ماں کا بھی یہی حکم ہے دیکھو وہ بھی سامنے کھڑی ہیں۔"

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میری بہن کچھ خیال کرو مجھ پر صدموں کے پہاڑ نہ توڑو میں کن آنکھوں سے ان پھول جیسے بچوں کے سینوں سے تیر اور نیزے پار ہوتے دیکھوں گا؟"

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں۔

"بھائی! کیا اپنی بہن کا یہ حقیر ہدیہ قبول نہیں کرو گے اگر تم نے میرا یہ ہدیہ قبول نہ کیا تو میں اپنی ماں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کیا جواب دوں گی جب وہ پوچھیں گی بیٹی تم نے اس وقت کیا نذر پیش کی تھی جب شہزادۂ سرور کونین کے حضور جانوں کے ہدیے پیش ہو رہے تھے۔ میرے یہ دو ہی فرزند ہیں اور یہ دونوں تم پر قربان ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اشکبار آنکھوں سے اپنی بہن کو دیکھا تو دل پارہ پارہ ہو گیا اور دونوں بھانجوں کو سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا ماں دیکھ رہی تھی کہ میری آنکھوں

کے تارے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یزیدی بادلوں میں روپوش ہونے جا رہے ہیں ان کے جاتے ہی دشمن ان پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چیر پھاڑ کے رکھ دیں گے مگر اس صبر والی ماں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی جانب اپنا منہ کر کے کہا۔

''مولا! ہم تیری رضا میں راضی ہیں۔''

پھر ان دونوں بھائیوں نے وہ شجاعت کے جوہر دکھائے کہ صفوف اعداء میں ہلچل برپا ہوگئی آخر بے شمار یزیدیوں کو جہنم واصل کرتے ہوئے خود بھی نیزوں اور تلواروں کا نشانہ بنے۔ حضرت عون رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن قطبۃ الطائی نے اور حضرت محمد رضی اللہ عنہ کو عامر بن نہشل نے شہید کیا۔

O.....O.....O

شہادت حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ

گلشن زینب رضی اللہ عنہا کے پھولوں کی شہادت کے بعد میدانِ جنگ میں سپاہِ حسینی میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے فرزندگان اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ تھے جو زندہ تھے۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"عباس (رضی اللہ عنہ)! تم علمدارِ لشکر ہو۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"بھائی! اب جب سب اپنی جانیں قربان کر چکے میں بھی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تڑپ رہا ہوں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہم کے مابین ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"چچا جان! ایسا ہرگز نہ ہوگا اور آپ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے بازو اور لشکر کے علمدار ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے قبل اپنی جان قربان کریں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''بھتیجے! یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے بھتیجوں کو یوں اپنی نگاہوں کے سامنے شہید ہوتا دیکھوں اور ان کی جدائی کا غم میرے لئے گراں ہے۔ میری خواہش ہے میں اپنی جان نچھاور کروں اور اپنے باپ کی نگاہوں میں سرخرو ہوں۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی جانثاری دیکھی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''بیٹا! چچا کو ناراض نہ کرو اور ان کے جانے کا وقت آ گیا ہے۔''

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''عباس (رضی اللہ عنہ)! عورتوں اور بچوں کے جگر پیاس سے پارہ پارہ ہو رہے ہیں تم ان کے لئے پانی کا انتظام کرو۔''

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے مشک پکڑی اور دریائے فرات کی جانب پانی کا انتظام کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

العطش العطش:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ جنگ میں اترنے کی اجازت طلب کی تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علمدار ہو اور علمدار کے بناء لشکر کی کچھ اہمیت نہیں ہوتی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا حالات جس نہج پر پہنچ چکے ہیں اب جنگ میں اترنے کے سوا کچھ باقی نہیں بچا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ کی توجہ خیموں کی جانب ہوئی اور خیموں سے اس

وقت الطش، الطش یعنی پیاس پیاس کی آوازیں آ رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب عورتوں اور بچوں کو پیاس سے چلاتے دیکھا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔

”بھائی! مجھ سے ان کی پیاس برداشت نہیں ہوتی اور میں ان پانی بند کرنے والوں کو ان کے انجامِ بد تک پہنچاؤں گا۔“

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”عباس (رضی اللہ عنہ)! تم فی الحال دریائے فرات پر جاؤ اور پانی کا انتظام کرو۔“

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ دریائے فرات پر:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے مشک تھامی اور دریائے فرات کی جانب روانگی کی تیاری شروع کی۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”عباس (رضی اللہ عنہ)! اپنی بہن اور بھتیجوں سے مل لو شاید تم واپس نہ لوٹ پاؤ۔“

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔

”بھائی! میں سب کے لئے پانی کا انتظام کرلوں پھر ان سے مل لوں گا اور مجھ سے ان کی پیاس نہیں دیکھی جاتی۔“

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو خیموں سے قدرے فاصلے پر جا کر رخصت کیا اور الوداعی ملاقات کی۔ آپ رضی اللہ عنہ مشک تھامے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے دریائے فرات کی جانب روانہ ہوئے اور اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اَشکبار تھیں اور وہ جانتے تھے کہ ان کے اس بھائی کی شہادت کا وقت بھی آن پہنچا ہے اور عنقریب وہ بھی شہید کر دیئے جائیں گے۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے رخصت ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے کسی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے کہ مجھے ایک مرتبہ تمہیں جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب بھائی کو یوں روتے دیکھا تو عرض کیا میری کمر ٹوٹ رہی ہے۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو رخصت کیا اور آپ رضی اللہ عنہ دریائے فرات کی جانب روانہ ہوئے اور اپنا چہرہ آسمان کی جانب بلند کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔

"اے اللہ! مجھے قوت عطا فرما تاکہ میں بچوں اور عورتوں کے لئے پانی لے جاؤں اور میری اس کاوش کو قبول فرما۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ جب دریائے فرات پر پہنچے تو یزیدی لشکر کے چار ہزار سپاہی جو دریائے فرات پر تعینات تھے اور ان کے علاوہ دو ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر آپ رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"تم مسلمان ہو یا کافر؟"

وہ بولے ہم مسلمان ہیں۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ چرند اور پرند سب دریائے فرات سے پانی پئیں اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ کو پانی سے محروم رکھا جائے، تم ان پر پانی بند کرتے ہو اور تم حشر کی پیاس یاد کرو اور اس وقت تمہارے پاس سوائے ندامت کے کچھ نہ ہوگا۔ تم خود تو دریائے فرات سے سیراب ہوتے ہو،

اور آلِ رسول اللہ ﷺ کی پیاس سے بے خبر ہو۔"

دریائے فرات پر خونی مقابلہ:

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اجازت سے دریائے فرات کی جانب روانہ ہوئے تو راستہ میں یزیدی لشکر کی صفوں کو چیرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے جا پہنچے۔ یزیدی لشکر سربراہ عمرو بن سعد حیران تھا کہ شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیٹا اُن کی صفیں چیرتا ہوا دریائے فرات کے کنارے پہنچ گیا ہے۔ اس دوران دریائے فرات پر تعینات چار ہزار سپاہیوں کا لشکر حرکت میں آیا اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو روکنے کی کوشش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار میان سے نکالی اور ان پر حملہ آور ہوئے اور بے شمار یزیدیوں کو جہنم واصل کرتے ہوئے رجز پڑھی جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

> "میں قلب صالح کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتا ہوں اور نبی برحق کے فرزند کے دشمنوں کو ہٹاتا ہوں۔ میں اس وقت تمہارا مقابلہ کروں گا جب تک تم اپنے ناپاک ارادہ سے باز نہ آؤ گے۔ میں محبت کرنے والا عباس (رضی اللہ عنہ) ہوں اور علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں۔"

اس رجز کو پڑھتے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ گھوڑے کو بھگاتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار یزیدیوں کے سرتن سے جدا کرتی رہی اور گھوڑا دریائے فرات کی جانب بڑھتا رہا۔ دریائے فرات پر پہنچنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کو دریائے فرات میں اتار دیا۔ گھوڑے نے اپنا منہ پانی میں ڈالا ہی تھا کہ یزیدیوں نے ایک مرتبہ پھر حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کو پانی سے نکالا اور ایک

مرتبہ پھر یزیدیوں کا مقابلہ شروع کر دیا اور انہیں وہاں سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ یزیدیوں کے ہٹتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے پھر گھوڑے کو دریائے فرات میں اتار دیا۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ ابھی دریائے فرات سے باہر ہی تھے کہ اس مرتبہ یزیدی لشکر کے دس ہزار سپاہیوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور ان کی کوشش یہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی طرح دریائے فرات کے کنارے سے دور ہو جائیں۔ ایک مرتبہ پھر زبردست مقابلہ ہوا مگر وہ آپ رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے کنارے سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ دریائے فرات میں اپنے گھوڑے سمیت داخل ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ بھی سات محرم الحرام جس دن پانی بند کیا گیا تھا اس دن سے پیاسے تھے مگر پھر بھی پانی کا ایک قطرہ اپنے حلق سے نیچے نہیں اتارا اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ لشکر حسینی میں شامل بچے اور خود حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچے جب پیاس کے ہاتھوں مغلوب ہوتے تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر آپ رضی اللہ عنہ سے پانی مانگتے تھے۔ سات محرم الحرام کے بعد آٹھ محرم الحرام تک جو پانی کوشش کے بعد لیا گیا وہ سب بچوں اور عورتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے صبر کا عالم یہ تھا کہ خود ایک گھونٹ بھی پانی نہ پیتے تھے اور سب بچوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جب پانی مانگتے تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے حصہ کا پانی ان بچوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریائے فرات سے جب چلو بھر پانی پینے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ خیموں میں عورتیں اور بچے پیاسے ہیں چنانچہ عورتوں اور بچوں کی پیاس کا سوچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے پانی پینے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مشک پانی سے بھری اور خود کو مخاطب کرتے ہوئے رجز پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے۔

"اے نفس! یہ انتہائی برا ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) اور ان کے بچے
پیاسے ہوں اور تو اپنی پیاس بجھائے۔ اللہ کی قسم! جب حسین
(رضی اللہ عنہ) اور ان کے بچے یوں پریشان حال ہوں تو پھر تو کیسے
پانی کا ایک قطرہ پی سکتا ہے؟"

کتب سیر میں منقول ہے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے اپنی چلو میں بھرا پانی انڈیل دیا اور حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کی مشک جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی اسے پانی سے بھرا اور جب وہ بھر گئی تو اسے اپنے داہنے کندھے پر لٹکایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پانی سے تر تھے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ان تر ہاتھوں کو بھی منہ سے نہ لگایا اور انہیں اپنے دامن سے خشک کر لیا اور پیش نظر یہی تھا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پانی سے تر نہیں ہیں۔ مشک پانی سے بھرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ دریائے فرات سے پیاسے ہی واپس نکلے اور جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ دریائے فرات سے باہر آئے یزیدی لشکر نے ایک مرتبہ پھر حملہ کر دیا اور وہ اب واپسی کے راستہ میں حائل تھے۔ یزیدی لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کو چاروں جانب سے گھیر رکھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ پر تیروں کی بارش شروع کر دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے تیروں کا جواب اپنے نیزے سے دینے لگے اور آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کوشش تھی کہ کسی طرح پانی کی مشک کو لشکر حسینی تک لے جائیں اور جب حملہ آوروں کے حملہ نے شدت اختیار کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔

"اے اللہ! مجھے خیموں تک پہنچا دے تاکہ میں عورتوں اور بچوں
کی پیاس بجھا سکوں۔"

پھر حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے رجز پڑھی جس کا مفہوم تھا۔

"موت جب سروں پر منڈلانے لگی تو میں خوفزدہ نہیں ہوں اور
میں بہادر ہوں اور جب تک لڑتے لڑتے خاک میں نہ مل
جاؤں میرا جسم فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال ہے اور
میں عباس (رضی اللہ عنہ) ہوں اور سقائے اہل حرم میں میرے نام کی
گونج ہے۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ یزیدی لشکر کا شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کرتے رہے اور بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یزیدی لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی جرأت و بہادری کو دیکھا تو انہوں نے چاروں جانب سے گھیر کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نیزوں سے چھلنی کر دو۔ یزیدی لشکر کے ہزاروں سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے نیزے مارنا شروع کر دیئے۔ ایک وقت میں سینکڑوں وار ہوتے تھے اور سینے میں اس قدر تیر پیوست تھے کہ سینہ کی بجائے صرف تیر ہی نظر آتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی وفاداری اور جانثاری کا ثبوت دے رہے تھے اور جب بھی تکلیف کا احساس ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کی پیاس یاد آجاتی اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی تکلیف بھول جاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کی پرواہ نہ تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح جسم سے روح کے جدا ہونے سے قبل پانی کو جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں تک پہنچا دیں۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ جوش اور ولولہ کے ساتھ یزیدی لشکر کا تن تنہا مقابلہ کر رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی کوشش تھی کہ کسی طرح اپنے گھوڑے کو خیموں کی جانب لے جائیں مگر یزیدیوں کی کثیر تعداد آپ رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔ پھر دشمنوں کی کثیر تعداد نے نیزوں کی بارش کر دی اور تیروں سے آپ رضی اللہ عنہ کو

چھلنی کر دیا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہونے کے بعد بھی اسی کوشش میں تھے کہ کسی طرح اپنے گھوڑے کو خیموں کی جانب لے جائیں اور پانی کی مشک خیموں تک پہنچا دیں تاکہ عورتیں اور بچے پانی پی سکیں۔

شہادت کی پیشگوئی والد بزرگوار نے کی:

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک دن گھر تشریف لائے اور حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے نورِ نظر عباس (رضی اللہ عنہ) کو لاؤ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑا میں لپیٹ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرزند کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور پھر سفید کپڑے سے باہر نکالا اور کلائی اور بازوؤں کو غور سے دیکھا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آنسو بہانے پر حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا نے رونے کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس کے متعلق نہ دریافت کرو۔ پھر جب حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا نے بے حد اصرار کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ایک راز ہے اور تم اسے برداشت نہ کر پاؤ گی۔ حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا نے اصرار جاری رکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

> ''میرے اس بیٹے کے بازو ظالم اپنی تلواروں سے کاٹیں گے اور اس کے سر پر آہنی گرز مارے جائیں گے اور سینہ میں نیزے پروئے جائیں گے، یہ تین دن بھوکا پیاسا رہنے کے بعد کربلا میں شہید کیا جائے گا۔''

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو ان

کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے جان کا نذرانہ پیش کیا:

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے یزیدی لشکر کو پسپا ہونے پر مجبور کر رہے تھے کہ اس دوران ایک بدبخت نوفل بن ارزق نے آپ رضی اللہ عنہ پر چھپ کر وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا بازو تن سے جدا ہو گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ پر چھپ کر وار کرنے والا زید بن ورقا تھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر کاری وار کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کا بازو جسم سے جدا ہو گیا۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے بازو کٹنے کے باوجود حوصلہ نہ ہارا اور شدید زخمی ہونے کے باوجود پانی کی مشک دوسرے کاندھے پر رکھی اور ایک ہاتھ سے یزیدی لشکر کے حملوں کو روکتے رہے اور جوابی وار کرتے رہے۔ پہلے حملے میں آپ رضی اللہ عنہ کا دایاں بازو شہید ہوا تھا اور اب تلوار بائیں ہاتھ میں تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس موقع پر رجز پڑھ رہے تھے جس کا مفہوم تھا۔

"اللہ کی قسم! تم نے میرا دایاں بازو قلم کیا مگر مجھے کچھ پرواہ نہیں اور میں اس حال میں بھی دین حق اور فرزند رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتا رہوں گا اور حضور نبی کریم ﷺ نبی برحق ہیں اور وہ سچا مذہب لے کر آئے اور وہ تصدیق کرنے والے یکتا اور امین ہیں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اب دائیں بازو کے شہید ہونے کے بعد اپنے بائیں بازو سے یزیدیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا دایاں بازو کٹنے سے بہت سا خون بہہ چکا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ پر غشی طاری تھی مگر پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ انتہائی دلیری کے ساتھ یزیدیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اس دوران حکیم بن طفیل نے چھپ کر آپ رضی اللہ عنہ پر وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا بایاں بازو بھی شہید ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر پھر رجز پڑھی جس کا مفہوم ہے۔

"اے نفس! تو خوفزدہ نہ ہو اور رب کی رحمت سے امید وابستہ رکھ وہ رحمت جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام سادات کے ہمراہ تجھے ملنے والی ہے انہوں نے اگرچہ میرا بایاں بازو بھی کاٹ دیا مگر اللہ عزوجل انہیں جلتی آگ میں پھینکے گا۔"

اس موقع پر عمرو بن سعد نے اپنے سپاہیوں کو پکارا۔

"تم عباس (رضی اللہ عنہ) کی پانی کی مشک پر تیروں کی بوچھاڑ کر دو اور نیزوں سے اس مشک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، اللہ کی قسم! اگر پانی حسین (رضی اللہ عنہ) تک پہنچ گیا تو وہ ہمیں فنا کر دیں گے اور تم جانتے ہو وہ علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو تن سے جدا ہو چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مشک کو دانتوں سے پکڑا اور گھوڑے کو بھگانے کی کوشش کی تاکہ کسی بھی طرح پانی خیموں تک پہنچا دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر آسمان کی جانب اپنا چہرہ بلند کیا اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔

"اے اللہ! سیّدنا حسین (رضی اللہ عنہ) کے اہل و عیال اور دیگر بچے اور عورتیں پیاسی ہیں تو کچھ ایسا انتظام فرما دے کہ میں ان تک

پہنچ جاؤں۔"

عمرو بن سعد کے حکم پر یزیدیوں نے مشک پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔
حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا جسم خون میں نہایا ہوا تھا اور کمزوری غلبہ پاتی جا رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیموں کی جانب اپنی پیش قدمی روک دی۔ مشک سے پانی بہنا شروع ہو گیا اور ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر گھوڑے کی پشت پر رکھ دیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔

"اے اللہ! مجھے پانی کے بغیر لوٹنا نصیب نہ ہو اور میں پیاسے بچوں اور عورتوں کو جواب دینے سے عاجز ہوں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ ابھی دعا مانگ رہے تھے کہ ایک تیر آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ڈگمگا گئے۔ ایک روایت کے مطابق ایک تیر آپ رضی اللہ عنہ کی دائیں آنکھ پر بھی لگا تھا۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ خون بہنے کی وجہ سے کمزور پڑ چکے تھے۔ اس دوران ایک بدبخت نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر آہنی گرز کا وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر خون میں نہا گیا۔ پھر ایک اور بدبخت آیا اور کہنے لگا۔

"اے عباس (رضی اللہ عنہ)! تمہاری بہادری کہاں گئی؟"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اے بدبخت! تو پہلے کہاں تھا جب میرے دونوں ہاتھ سلامت تھے اور اس وقت میں تجھے اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا۔"

اس بدبخت نے سنا تو لوہے کا ڈنڈا حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے سر پر مار دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر میں ایک شگاف پڑ گیا۔

یہ بھی منقول ہے کہ حکیم بن طفیل نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ پر آہنی گرز کا وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے کی زین پر سنبھل نہ سکے اور گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر بھاری گرز لگا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا دماغ کندھوں پر آ گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر اقدس پر ملعون حکیم بن طفیل نے کھجور کے ایک درخت کے پیچھے سے وار کیا تھا اور گرز کی ضرب اتنی کاری تھی کہ سر میں شگاف پڑ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔

''سیّدی! میری خبر لیجئے۔''

یہ فرماتے ہوئے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔

پھر حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکارا۔

''سیّدی! میری طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کو آخری سلام ہو۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی اس پکار کو سنا تو کہا۔

''آج میری کمر ٹوٹ گئی۔''

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس جگہ تشریف لائے جہاں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ زمین پر گرے ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ اس وقت شہید ہو چکے تھے۔ جبکہ ایک اور قول کے مطابق حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ میں اس وقت کچھ سانسیں باقی تھیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو خون میں

نہائے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور سینے میں تیر پیوست تھے اور سر میں گرز لگنے کی وجہ سے شگاف پڑ چکا تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"عباس (رضی اللہ عنہ)! میرے دل کے سکون! میری آنکھوں کی ٹھنڈک!
تیری جدائی میرے لئے گراں ہے۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو تعظیماً اٹھنے کی کوشش کی مگر زیادہ خون بہنے کی وجہ سے نقاہت غالب آئی اور آپ رضی اللہ عنہ باوجود کوشش کے اٹھ نہ سکے۔

کتب سیر میں منقول ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں سات تیر پیوست تھے جنہیں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے باہر نکالا۔

یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو پکڑا تو آپ رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا جیسے کوئی اٹھا رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھولیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں تمہیں خیمے میں لے جاتا ہوں۔"

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"میں آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں مجھے خیمے میں نہ لے جائیں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے وجہ دریافت کی تو حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"مجھے سکینہ رضی اللہ عنہا سے حیاء آتی ہے اور میں نے ان سے وعدہ کیا

تھا کہ پانی لے کر آؤں گا اور میں اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا اور اب
میں ان کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔"

کچھ روایات کے مطابق حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میری زوجہ سے میرے حقوق معاف کروا دیجئے گا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے اور اسی وجہ سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کو خیمہ میں نہ لا سکے اور اسی حال میں چھوڑ کر تنہا واپس لوٹ گئے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب خیموں میں واپس لوٹے اور حضرت سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا۔

"چچا عباس (رضی اللہ عنہ)! کیسے ہیں؟ میں نے ان سے پانی مانگا تھا اور وہ پانی لے کر واپس نہیں لوٹے؟ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور وہ وعدہ پورا کرنے والے ہیں۔ وہ کہاں ہیں؟ کہیں انہوں نے خود پانی پی کر اپنی پیاس بجھالی ہو اور ہمیں بھول گئے ہوں؟ یا پھر وہ دشمنوں سے تنہا ہمارے لئے پانی حاصل کرنے کے لئے لڑ رہے ہوں؟"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کم سن بیٹی کی باتیں سنیں تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"بیٹی! تمہارے چچا شہید ہو گئے اور ان کی روح جنت کی جانب

پرواز کر گئی۔''

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جب حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو وہ بھی روتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں۔

''بھائی عباس (رضی اللہ عنہ)! تمہاری موت سے ہم پریشان ہیں۔''

کتب سیر میں منقول ہے جب حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر خیموں میں پہنچی تو تمام عورتیں خیموں سے باہر نکل آئیں اور رونے لگیں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور تمام عورتوں کو واپس خیموں میں بھیج دیا۔

کتب سیر میں منقول ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت پر فرمایا۔

''اے عباس (رضی اللہ عنہ)! تم پر سلام ہو جو اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرنے والا ہے اور انہیں اپنی روح کے ذریعے بچانے والا اور پانی کی جستجو میں اپنے ہاتھوں کو کٹانے والا ہے، اللہ عزوجل تیرے قاتلوں یزید ابن رقاد اور حکیم ابن طفیل پر لعنت بھیجے۔''

یہ بھی منقول ہے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خیموں میں آئے اور اہل بیت کی عورتوں کا حال دریافت کرنے کے بعد حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خیمے میں تشریف لائے جہاں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ان کی تیمارداری کر رہی تھیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیٹے کی خیریت دریافت کی تو حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

''یزیدی لشکر کا کیا حال ہے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''ان پر شیطان غالب ہے اور جنگ ابھی جاری ہے اور میدانِ کربلا اس وقت خون سے رنگین ہے۔''

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

''چچا عباس رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟''

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھنے لگیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

''بیٹا! تمہارے چچا کو شہید کر دیا گیا ہے۔''

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی بوقت شہادت عمر مبارک قریباً ۳۴ برس اور چند ماہ تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا جسم نیزوں کے وار اور تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کے کئی ٹکڑے ہو چکے تھے اس لئے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کو خیمے میں لانا ممکن نہ تھا یہی وجہ ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کو وہیں چھوڑ دیا۔

O.....O.....O

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے منجھلے بیٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام لیلیٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت وجیہہ اور خوش شکل نوجوان تھے۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ شکل و صورت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ اس لئے اہل بیت کا ہر فرد آپ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا تھا۔

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے والد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو میدانِ جنگ میں جانے کی غرض سے تیاری کرتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھے اور عرض کیا۔

> ''ابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ کیسی تیاریاں ہیں؟ کدھر کا ارادہ ہے؟ کیا آپ میدان جنگ کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں زندہ ہوں آپ کے پاس ہوں اور آپ میری آنکھوں کے سامنے زخم کھانے، تکلیف اٹھانے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ میرے ہوتے ہوئے میدانِ جنگ میں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں' مجھے اجازت دیجئے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے محبت بھری نگاہ اپنے بیٹے پر ڈالتے ہوئے

فرمایا۔

''بیٹا! میں تمہیں کس دل سے اجازت دوں؟ کیا میں تمہیں خون میں نہانے کی اجازت دوں؟ بیٹا! تم نہ جاؤ، یہ یزیدی صرف میرے خون کے پیاسے ہیں، مجھے شہید کرنے کے بعد یہ کسی کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔''

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا اور قسمیں دیں تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں جانے کے لیے تیار ہوئے تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے جوان بیٹے کو گھوڑے پر سوار کیا، اپنے دست مبارک سے اسلحہ لگایا، تلوار عطا کی اور نیزہ اپنے دست اقدس سے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے باپ اور بیبیوں کو سلام کیا اور میدانِ جنگ کی طرف چل دیئے۔

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ تلوار لہراتے ہوئے یزیدیوں کی جانب بڑھے تو یزیدی حیران ہوکر عمرو بن سعد سے پوچھنے لگے یہ نوجوان کون ہے؟ چند عمر رسیدہ جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تھی کہنے لگے،

''یہ تو خود حضور نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں اب کیا ہوگا چلو بھاگ چلیں۔''

عمرو بن سعد بولا۔

''گھبراؤ نہیں یہ حضرت سیّدنا امام حسین کے فرزند ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ ہیں۔''

تمام لشکر حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کو محویت کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور ان پر دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یزیدیوں کو مقابلہ کے لیے للکارا تو لشکر یزید میں کھلبلی مچ گئی اور کسی لعین کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لیے نکل سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"ظالمو! اگر اولادِ رسول ﷺ کے خون کی پیاس ہے تو تم سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو اور حیدری جوش دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔"

کسی یزیدی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ آگے بڑھتا اور کون فرزند حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آتا۔ جب حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابر کی لڑائی کی ہمت نہیں کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی باگ تھامی اور مثل صاعقہ ان پر حملہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جس طرف رُخ کرتے یزیدی بھاگتے نظر آتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک ایک وار میں کئی کئی سر گرا دیتے اور جب میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کر دیا اور پھر میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر دیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ہر طرف شور برپا ہو گیا۔

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کافی دیر تک لڑتے رہے اور پھر لڑتے لڑتے یکا یک آپ رضی اللہ عنہ پر تشنگی کا غلبہ ہوا اور پوری شدت کے ساتھ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت دشمنوں سے نکل کر والد بزرگوار کے پاس آئے اور عرض کی۔

"ابا جان پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پانی کہاں تھا؟ سنتے ہی تڑپ گئے۔

بیٹے کی بے قراری باپ سے کہاں دیکھی جاتی تھی۔ آبدیدہ ہو گئے، فرمایا۔

”بیٹے! میدان میں جا کر شانِ حیدری دکھا اور منزل مقصود کو پہنچ جا۔ تیرے جد امجد حضور نبی کریم ﷺ جامِ کوثر ہاتھ میں پکڑے ہوئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

بیٹا! جب کبھی میں پیاسا ہو جاتا تھا تو حضور نبی کریم ﷺ میرے منہ میں اپنی زبان مبارک دے دیا کرتے تھے۔ آج تم اس پیاس کی حالت میں میری زبان چوس لو تمہیں کچھ تسکین ہو جائے گی۔“

حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک کو چوسا انہیں فی الحقیقت کچھ تسکین ہوئی۔ دوبارہ رخصت کرتے وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی بیٹے کے منہ میں رکھ دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ کا رخ کیا اور یزیدیوں کو للکارا۔

”کوئی ہے جو میرے سامنے آئے۔“

عمرو بن سعد نے طارق بن شیث سے کہا۔

”بڑے شرم کی بات ہے کہ یہ نوجوان اکیلا ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو تم میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس کے بالمقابل ہو آخر اُس نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور تمہاری صفوں کو درہم برہم کر دیا اور تمہارے بہادروں کو تہہ تیغ کر دیا۔ وہ بھوکا پیاسا ہے اور دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے اس کے باوجود وہ تمہیں للکار رہا ہے اور تم میں سے کوئی اس کے مقابلے

کی تاب نہیں رکھتا حیرت ہے تمہارے دعویٰ شجاعت پر اگر کچھ
غیرت ہے تو اس نوجوان کا مقابلہ کر کے اس کا کام تمام کر دے
اگر تو نے یہ کام انجام دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ کو موصل کی
حکومت دلا دوں گا۔"

طارق بن شیث نے کہا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ فرزند رسول و اولادِ بتول کو قتل کر کے اپنی
عاقبت بھی برباد کر لوں اور تو بھی وعدہ پورا نہ کرے؟"

عمرو بن سعد نے قسم کھائی اور طارق بن شیث موصل کی حکومت کے لالچ میں گلستانِ رسالت کے مقابلہ کے لیے نکلا سامنے آتے ہی اس نے شبیہ نبی پر نیزے کا وار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روک کر اس کے سینہ پر کینہ پر ایک وار نیزے کا ایسا کیا کہ نیزہ سینہ سے پار ہو گیا اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی لاش کو روند ڈالا۔ یہ دیکھ کر اس کے بیٹے عمر بن طارق نے غصہ میں آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے حملے سے خود کو بچا کر ایک ہی ضربِ حیدری سے اس کو بھی جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آگے بڑھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو بھی خاک و خون میں نہا دیا۔ یزیدی لشکر پر آپ رضی اللہ عنہ کی ایسی ہیبت چھائی کہ سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔

عمرو بن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع بن غالب کو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع بن غالب نے آپ رضی اللہ عنہ پر نیزے سے حملہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے مصراع بن غالب کے سر پر تلوار سے ایک

ضربِ حیدری لگائی کہ مصراع بن غالب دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ تنہا آپ رضی اللہ عنہ کے مقابل آتا۔ بالآخر عمرو بن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو حکم دیا کہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرے چنانچہ وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ آور ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے دشمنوں کو ہلاک کرتے رہے اور خاک و خون میں نہلاتے رہے لیکن چاروں طرف سے چلائے جانے والے نیزوں اور تیروں کے مسلسل حملوں سے آپ رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہو چکے تھے اور زخموں سے خون کے بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری غلبہ پانے لگی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سست دیکھ کر چاروں جانب سے تلواروں کے وار ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔

یزیدی لشکر میں شامل ایک شخص حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک خاتون خیمہ سے دوڑ کر نکلی وہ یہ پکارتی ہوئی آ رہی تھی۔

"یا اخیاہ و یا ابن اخاہ۔"

"اے میرے بھائی اور اے میرے بھائی کے فرزند۔"

اور وہ بے تابانہ آ کر حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کی لاش پر گر گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا۔

"یہ ہمشیرہ حسین رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔"

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ہی وہ خاتون تھیں جنہوں نے حضرت سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کو انتہائی ناز و نعم سے پالا تھا اور اپنے بچوں سے زیادہ پیار دیا تھا۔ انہوں نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو خون میں نہائے دیکھا تھا تو بے تاب ہو کر خیمہ سے نکل آئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے جسم سے لپٹ گئیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس موقع پر آگئے

بڑھے اور فرمایا۔

"اے اہل بیت! اللہ عزوجل آج تمہارے صبر کی انتہا دیکھنا چاہتا ہے صبر وضبط سے کام لو اور آج سب کچھ قربان کر کے اس کی رضا حاصل کر لو۔"

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند کے جسم اقدس کو اٹھایا اور اسے دیگر شہداء کے اجسام کے ساتھ رکھ دیا اور آسمان کی جانب چہرہ مبارک کرتے ہوئے فرمایا۔

"الٰہی! آج تیرے ایک وفادار بندے نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمی پوری کر دی۔ اے اللہ! میرا یہ ہدیہ قبول فرما۔"

O.....O.....O

حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے اور واقعہ کربلا کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چھ ماہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ام رباب رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اور اس ننھے بچے کی شہادت نے شہدائے کربلا کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

کتب سیر میں منقول ہے حضرت ام رباب رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔

> ''فرطِ غم اور فاقے سے میرا تو دودھ خشک ہو گیا ہے اور پانی کا ایک قطرہ نہیں۔ ذرا اپنے اس لختِ جگر کو دیکھئے کہ شدت پیاس سے اس کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ مجھ سے تو اس کا رونا تڑپنا دیکھا نہیں جاتا۔ میرا تو کلیجا پاش پاش ہو رہا ہے۔ خدارا اس کو لے جائیے اور ان پتھر دل ظالموں کو دکھائیے۔ اس کی حالت زار دیکھ کر ضرور کسی کو رحم آ جائے گا بچوں پر تو ہر کسی کو رحم آ جاتا ہے۔''

حضرت ام رباب رضی اللہ عنہا کی درخواست پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اس معصوم فرزند کو گود میں اٹھا کر سینے سے لگائے یزیدیوں کے سامنے پہنچے اور فرمایا۔

''اے قوم جفا کار! خدا کو مانو میرے مرتبہ کو پہچانو۔ تم نے میرے بچوں کو خون میں نہلایا اور مَیں نے تم سے کچھ شکوہ نہ کیا، اب میں اس معصوم بچے کو لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، اس کی حالت دکھانے لایا ہوں، اگر تمہارا گنہگار ہوں تو میں ہوں خطا وار ہوں تو میں ہوں، میرے بچوں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا ہے۔ اگر ذرا سا پانی میرے علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلق میں ڈلوا دو تو نہر فرات میں سے کچھ کم نہ ہو جائے گا۔ تم میں بہت سے لوگ صاحب اولاد ہیں۔ ذرا وہ اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ بچوں کی مصیبت کس قدر نا قابل برداشت ہوتی ہے۔ آج تم میرے بچے کو ایک قطرہ آب دو گے تو کل میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو حوضِ کوثر پر اپنے ہاتھ سے سیراب کر دوں گا۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کا ظالمان سنگدل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اس بے زبان بچے پر ان کو ذرا بھی رحم نہیں آیا۔ بجائے پانی کے ایک بد بخت ازلی حرملہ بن کاہل نے تیر کا ایسا نشانہ باندھ کر مارا کہ معصوم علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلق کو چھیدتا ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیر کھینچا تو حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ کے گلے سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور بچے نے تڑپ کر باپ کی گود میں جان دے دی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے پیراہن میں معصوم علی اصغر رضی اللہ عنہ کا خون چھپا لیا۔ اور اسی طرح گلے سے لگائے ہوئے خیمہ میں لے آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا۔

''لوتمہارا علی اصغر رضی اللہ عنہ حوضِ کوثر سے سیراب ہوکر آ گیا۔''

حضرت سیّدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ کی والدہ و ماجدہ نے جب اپنے نورِ بصر کو جاں بحق پایا، بے اختیار دل بھر آیا، بچے کی لاش کو کلیجہ سے لگایا اور زار زار روتی تھیں اور اس خیال سے کہ آواز خیمہ سے باہر نہ جائے چپکے چپکے فرماتی تھیں۔

''اے بیٹا علی اصغر رضی اللہ عنہ! اس دشت غربت میں مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ننھے اور معصوم بچے کے جسم کو بھی دیگر شہداء کے اجسام کے ساتھ خیمے میں رکھ دیا۔

O......O......O

شہید کربلا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو وصیت:

خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ اور جانثارانِ امام حسین رضی اللہ عنہ ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے اور اب میدانِ جنگ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مردوں میں سے تھے جو زندہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں جانے سے قبل خیموں میں تشریف لائے اور اپنے بیٹے کی جانب دیکھا جو کئی دنوں سے بسترِ مرض پر تھا اور اسی حال میں سفر کی تکالیف اور اب جنگ میں شہید ہونے والے اپنے اقرباء، بھائیوں اور جانثاروں کے لئے آنسو بہا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو وہ اس وقت کمزوری اور نقاہت کے باوجود نیزہ تھامے ہوئے تھے اور میدانِ جنگ میں جانے کے آرزومند تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''بیٹا! ابھی تمہارا وقت نہیں آیا ابھی تو تم نے اپنی ان ماؤں بہنوں کی نگہداشت کرنی ہے اور انہیں وطن واپس پہنچانا ہے۔ اللہ عزوجل تم سے میری نسل اور حسینی سادات کا سلسلہ جاری فرمائے گا۔ تم صبر کا مظاہرہ کرنا اور راہِ حق میں آنے والی ہر تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور ہر حال میں اپنے

نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت وسنت کی پابندی کرنا۔

بیٹا! مصائب و آلام سہتے ہوئے جب مدینہ منورہ پہنچو تو سب سے پہلے اپنے نانا جان کے روضہ پرنور پر جانا اور نانا جان کو میرا سلام کہنا، سارا آنکھوں دیکھا حال سنانا پھر میری والدہ کی قبر پر جانا انہیں بھی میرا اسلام کہنا۔ میرے بھائی حسن (رضی اللہ عنہ) کو میرا سلام کہنا۔

بیٹا! میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو۔"

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی دستار مبارک اتار کر حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دی اور اس صبر پر رضا کے پیکر کو فرش علالت پر لٹا دیا۔

اللہ عزوجل تمہارا حافظ ونگہبان ہو:

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بیبیوں کے خیمہ میں تشریف لائے۔ بیبیوں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان پر بے کسی کی انتہاء ہوگئی اور چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"تم پر میرا اسلام ہو۔"

بہنیں بولیں۔

"پیارے بھائی!"

ازواج بولیں۔

"سر کے تاج!"

سیّدہ سکینہ نے کہا۔

''آپ کہاں جاتے ہیں؟ ہمیں اس بیابان میں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں، جن درندوں نے علی اصغر (رضی اللہ عنہ) جیسے معصوم پر بھی ترس نہیں کھایا وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اللہ عزوجل تمہارا حافظ ونگہبان ہو۔''

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تمام بیبیوں کو صبر کی تلقین فرمائی اور انہیں رضائے خداوندی پر راضی رہنے کی نصیحت کی۔

راکب دوشِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کی جانب بڑھے اور حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ بھائی کو گھوڑے پر سوار کروانے والا کوئی نہیں ہے تو آنسو بہاتے ہوئے آگے بڑھیں اور کہا۔

''بھائی! یہ نواسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے الوداعی نگاہیں بیبیوں پر ڈالیں اور میدانِ جنگ میں اترے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ میں آنے کے بعد اپنے نسب اور فضائل پر مشتمل رجز پڑھی اور یزیدیوں کو ان کے انجامِ بد سے آگاہ کیا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اما بعد! اے لوگو! تم جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اسی نبی کا فرمان ہے کہ جس نے حسن وحسین (رضی اللہ عنہم) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔

اے گروہِ یزید! اللہ عزوجل سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آؤ۔ اگر تم واقعی اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدائے سمیع و بصیر کو کیا جواب دو گے؟ اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلوں کا گھر اجاڑنے والو! اپنے انجام پر نظر کرو۔

اے گروہِ یزید! تم نے مجھے خطوط اور قاصد بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہماری رہنمائی فرمایئے اور ہمیں شریعت و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل بنایئے ورنہ ہم خدا کے حضور آپ کا دامن پکڑ کر شکایت کریں گے اس لئے میں چلا آیا اور جب میں یہاں آ گیا تو تم نے میرے ساتھ براسلوک کیا اور مظالم کی انتہا کر دی۔

ظالمو! تم نے میرے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کو خاک وخون میں تڑپایا۔ میرے رفقاء کو شہید کیا اور اب میرے خون کے پیاسے ہو۔

اے گروہِ یزید! سوچو میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد اور میری والدہ کون تھیں؟ اب بھی وقت ہے، شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔"

اس دوران لشکر یزید میں شور اٹھا اور کسی نے کہا۔

"اے حسین (رضی اللہ عنہ)! ہم کچھ سننا نہیں چاہتے۔ آپ کے لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے یا پھر جنگ

کے لیے تیار ہو جائیے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اے بدبختو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور تمہاری غیرت ایمانی مردہ ہو چکی ہے۔

اے گروہِ یزید! میں نے یہ تقریر صرف اتمام حجت کے لیے کی تھی تاکہ کل تم یہ نہ کہو سکو کہ ہم نے حق اور امام برحق کو نہیں پہچانا تھا۔ الحمد للہ! میں نے تمہارا یہ عذر ختم کر دیا۔ اب رہا یزید کی بیعت کا سوال؟ تو یہ مجھ سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں فاسق و فاجر کے سامنے سر جھکا دوں۔"

شامیوں نے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب سنا تو واپس ہونے لگے اور اہل کوفہ گریہ وزاری کرنے لگے۔

یزیدیوں پر خطاب کا کچھ اثر نہ ہوا:

بختری بن ربیعہ، شیث بن ربعی اور شمر ذی الجوشن نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے خطاب کا اثر لشکر پر ہو رہا ہے تو انہوں نے سب کو روکا اور آپ سے کہنے لگے۔

"ہم آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلیں گے، وہاں چل کر آپ، ابن زیاد سے یزید کی بیعت کا اقرار کر لینا ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگے۔ عمرو بن سعد نے دیکھا کہ کام بگڑا جا رہا ہے تو وہ زور سے چلایا۔

"اے بزدلو! خبردار امام کے منہ سے دوسری بات نہ نکلے۔ فوراً

تیروں کی بارش شروع ہو جائے ورنہ میں ابن زیاد سے کہہ کر تم
لوگوں کے گھر اجڑ وا دوں گا اور تمہارے بچے اور عورتیں کچی
دیواروں میں چنوا دوں گا۔ تم ایک تن تنہا شخص کی حمایت پر کمر
بستہ ہو کر حکومت سے روگردانی کرتے ہو اور محض امید پر جنت
کا دم بھرتے ہو۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ کمانیں اٹھاؤ
تیروں کی بوچھاڑ کر دو۔“

مقابلے کا باقاعدہ آغاز:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کسی بات کا اثر دشمنوں پر نہ ہوا بلکہ ایک جماعت ان میں سے آگے بڑھی اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر تیر برسانے شروع کر دیئے مگر قدرت خداوندی سے آپ رضی اللہ عنہ یا آپ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو ایک بھی تیر نہ لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں واپس آئے، اہل بیتؓ کو تسلی و تشفی دینے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ خیمہ سے ہو کر دوبارہ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور فرمایا۔

”عمرو بن سعد! اگر تو میرا کہنا نہیں مانتا تو میرے مقابلہ کے
لیے کسی کو بھیج اور ہاشمی خون کا آخری جوش دیکھ لے۔“

چنانچہ مشہورِ جنگجو اور بہادر جو حضرت سیّدنا امام حسین سے مقابلہ کرنے کے لئے محفوظ رکھے گئے تھے ان میں سے عمرو بن سعد نے سب سے پہلے تمیم بن قحطبہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے بھیجا جو ملک شام کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ وہ غرور و تکبر کے کلمات کہتا ہوا اور اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا اور آتے ہی آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنا چاہا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایسا کاری وار کیا کہ اس کا سر جسم سے جدا ہو گیا اور اس کی تمام بہادری اور غرور کو خاک میں ملا دیا۔ یہ دیکھ

کر یزید ابطحی متکبرانہ انداز میں آگے بڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچ کر ایک نعرہ مارا اور کہا۔

”شام و عراق کے بہادروں میں میری بہادری کا چرچا ہے۔ میں روم و مصر میں شہرہ آفاق ہوں، بڑے بڑے بہادروں کو آنکھ جھپکتے میں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں، ساری دنیا کے لوگ میری شجاعت و بہادری کا لوہا مانتے ہیں، کسی میں میرے مقابلے کی تاب نہیں، آج تم میری قوت و بہادری دیکھ لو گے۔“

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”تجھے میرا پتہ نہیں کہ میں شیر خدا فاتح خیبر مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں اور میرے نزدیک تجھ جیسے نامردوں کی کچھ حیثیت نہیں۔“

یزید ابطحی نے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو آگ بگولا ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے خود کو اس وار سے بچاتے ہوئے جوابی وار کیا اور یزید ابطحی دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

بدر بن سہل یہ منظر دیکھ کر غصے سے آگ بگولا ہوگیا اور عمرو بن سعد سے کہنے لگا۔

”تم نے کن بزدلوں اور بہادری کے نام کو بدنام کرنے والوں کو ان کے مقابلے پر بھیج دیا جو ان کا مقابلہ نہ کر سکے، میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی کو بھیج دے، پھر دیکھ چند لمحوں میں یہ ان کا سر کاٹ لاتے ہیں۔“

چنانچہ عمرو بن سعد نے بدر بن سہل کے بڑے لڑکے کو اشارہ کیا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"بہتر ہوتا کہ تیرا باپ مقابلہ میں آتا تاکہ وہ تجھے خاک وخون میں تڑپتا ہوا نہ دیکھتا۔"

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ذوالفقارِ حیدری کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر کے جہنم میں پہنچا دیا۔ بدر بن سہل نے جب اپنے بیٹے کا یہ حشر دیکھا تو غیظ وغضب میں دانت پیستا ہوا گھوڑا دوڑاتا آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا اور آتے ہی نیزہ سے وار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نیزہ کے وار کو روکا تو اس نے فوراً تلوار سے حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وار کو بھی خالی کر دیا اور اس پر تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ بدر بن سہل کا سر کٹ کر گیند کی مانند دور جا گرا۔

یوں کئی شمشیر زن، نیزے باز اور بہادرانِ شام وعراق حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آتے رہے اور جہنم واصل ہوتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تین دن کی بھوک پیاس کے باوجود شجاعت و بہادری کا وہ جوہر دکھایا کہ زمین کربلا بہادرانِ شام وعراق کی لاشوں سے خون میں نہا گئی۔ لشکر یزید میں ایک شور برپا ہوا۔

"اگر جنگ کا یہی انداز رہا تو ہماری جماعت کا ایک بھی سپاہی نہ بچ سکے گا لہٰذا موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کر دو۔"

اس شور کے بعد سینکڑوں تلواریں چمکنے لگیں اور دشمنانِ اسلام بڑھ بڑھ کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے لگے۔ ادھر آپ رضی اللہ عنہ تلوار سے جس پر حملہ کرتے اسے کاٹ ڈالتے اور دشمنوں کے سروں کو اس طرح اڑاتے جیسے بادِ خزاں

کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔اس خونی معرکہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس لگی۔آپ رضی اللہ عنہ نے پانی کے لئے دریائے فرات کا رخ کرلیا مگر دشمن سخت مزاحمت کرنے لگا۔شمر ذی الجوشن نے اپنے لشکر کو آواز دی۔

''اگر حسین (رضی اللہ عنہ) کو پانی مل گیا تو پھر ہمارا زندہ بچنا مشکل ہوگا۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ لشکروں کو چیرتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔آپ رضی اللہ عنہ نے ابھی گھوڑے کو فرات میں اتار کر پانی لینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آواز آئی۔

''اے حسین (رضی اللہ عنہ)! آپ پانی پی رہے ہیں اور یزیدی لشکر اہل بیت کے خیموں کو لوٹ رہا ہے۔''

اہل بیت کو نوحہ کرنے سے منع فرمانا:

یہ آواز جونہی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کانوں میں آئی آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً گھوڑے کو موڑا اور بھگاتے ہوئے خیموں کی طرف آئے اور راستہ میں کئی دشمنوں کو خاک میں ملا دیا۔جب خیموں میں پہنچے تو دیکھا تمام خیمے محفوظ ہیں۔جب آپ رضی اللہ عنہ خیمہ میں تشریف لے آئے تو تمام خواتین اہل بیت آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے پردہ دار و چادروں کو سر پر کرلو اور کمر باندھ کر میری مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ،مگر ہرگز کپڑے نہ پھاڑنا اور نہ گھبراہٹ کو اظہار کرنا،میرے یتیموں کا خیال رکھنا۔''

پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور انہیں پیار کرتے ہوئے فرمایا۔

"بیٹے! جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو دوستوں کو میرا اسلام کہنا اور کہنا میرے باپ نے اسی طرح فرمایا ہے کہ جب کبھی تو تم غریب الوطنی کے دکھ میں مبتلا ہوف جاؤ تو میری غریب الوطنی کو یاد کر لینا اور جب کسی کو مقتول کو دیکھو کہ اس کی گردن ناحق اڑائیگی ہے تو مجھے فراموش نہ کرنا اور جب کبھی ٹھنڈا میٹھا پانی پیو تو میری تشنہ لبی اور میرے جگہ کی تپش پر غور کر لینا۔"

شہادت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

کتب سیر میں منقول ہے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کی طرف لوٹے تو شمر ذی الجوشن کئی سواروں کو لے کر جن میں ابو الخبوب عبدالرحمان الجعفی، قشعم بن عمرو بن یزید الجعفی، صالح بن وسبب الیزنی، سنان بن انس النخعی اور خولی بن یزید الاصبحی تھے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھا اور انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی آگے بڑھ کر تلوار کے جوہر دکھانے لگے جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے لیکن تھوڑی دیر میں وہ پھر جمع ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔ قبیلہ کندہ کے ایک شخص نے تلوار سے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ تلوار ٹوپی کو چیرتی ہوئی سر میں جا کر لگی۔ سر سے خون جاری ہو گیا اور ساری ٹوپی خون سے بھر گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ٹوپی اتاری، سر پر پٹی باندھی اور دوسری ٹوپی اوڑھ کر اس پر عمامہ باندھ لیا۔

عمرو بن سعد کو جب اس طرح کی جنگ میں بھی کامیابی نظر نہ آئی تو اس

نے حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کردی جائے اور جب خوب زخمی ہو جائیں تو نیزوں سے حملہ کیا جائے۔ تیر اندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔

ایک روایت میں ہے کہ زخموں کی کثرت اور تیروں کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ زمین پر اترے تو قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے۔ کئی شخص ارادہ قتل سے آگے بڑھے لیکن جیسے آپ رضی اللہ عنہ کے خون اور سرد چہرہ پر نگاہ پڑی تو جسم میں لرزہ آ گیا اور واپس لوٹ گئے۔ جب شمر نے دیکھا کہ کسی میں ہمت قتل نہیں ہے تو لشکر میں جو بڑے بڑے بہادر نوجوان تھے انہیں للکارا اور پکارا۔

"اے مردو! عورتوں کے لباس نہ پہنو، زخمی شیر کے شکار سے اس طرح نہ گھبراؤ۔"

یہ سن کر زرعہ بن شریک آیا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر زخم لگا کر بھاگ گیا۔ سنان بن انس نے نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سے آ کر پیٹھ پر مارا کہ آپ رضی اللہ عنہ سربسجود ہو گئے۔ خولی بن یزید نے چاہا کہ گھوڑے سے اتر کر آپ رضی اللہ عنہ کا کام تمام کر ڈالے لیکن اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور وہ بھی پشیمان ہو کر دور ہو گیا۔ ایک اور شخص بارادۂ قتل آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اے شخص تو میرا قاتل نہیں ہے۔ تو اپنے ہاتھ خون میں آلودہ نہ کر مبادا کہ قیامت کے دن عذابِ دوزخ میں گرفتار ہو۔"

وہ شخص روتا ہوا کہنے لگا۔

"اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس حال کو پہنچ گئے مگر پھر بھی

ہماری غمخواری آپ کو منظور ہے اور آپ نہیں چاہتے کہ ہم آتش دوزخ میں جلیں۔"

اس کے بعد وہ ہی تلوار لئے ہوئے جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے سونتی تھی عمرو بن سعد کے پاس دوڑا ہوا پہنچا۔ عمرو بن سعد نے کہا۔

"آؤ کیا قتل حسین (رضی اللہ عنہ) کی خوشخبری لائے ہو؟ کیا یہی وہ تلوار ہے جس سے سر حسین (رضی اللہ عنہ) تم نے اتارا ہے۔"

وہ کہنے لگا۔

"نہیں، بلکہ یہ وہ تلوار ہے جو تیرا سر اتارے گی اور تجھے قتل کرے گی میں تجھے تیری ہلاکت کی خوشخبری دینے آیا ہوں اور بجائے حسین (رضی اللہ عنہ) کے تیری جان لینے آیا ہوں۔"

اس نے یہ کہا اور تلوار عمرو بن سعد کی طرف اٹھائی مگر اس کے محافظوں نے فوراً اس کا وار روک کر جوابی وار کیا اور اس نے باآوازِ بلند کہا۔

"اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ رہنا کہ میں آپ کی محبت میں جان سے جاتا ہوں، کل قیامت کے دن مجھے بھی اپنے ساتھ جنت میں رکھیے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی آواز سنی اور وہیں سے فرمایا۔

"خوش ہو جا اور اطمینان رکھ کہ ایسا ہی کروں گا۔"

ادھر ہر شخص چاہتا تھا کہ پہلے وہ ہی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اتارے مگر جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس پر پڑتی تھی اس کا جسم لرزنے لگتا تھا اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر بھاگ جاتا تھا۔

الختصر یہ کہ نمازِ ظہر کے وقت شمر ذی الجوشن جس کے حصہ میں یہ شقاوت روزِ ازل سے لکھی ہوگئی تھی۔ سنان بن انس کو دھکے دیتا ہوا آن پہنچا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور فرمایا۔

''تو کون ہے؟''

وہ مردود بولا۔

''میرا نام شمر ذی الجوشن ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اپنے سر سے زرہ الگ کر۔''

شمر ذی الجوشن نے زرہ الگ کر دی تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح ہونٹوں سے نکلے ہوئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''سینہ کھول۔''

شمر ذی الجوشن نے سینہ کھولا تو اس پر کوڑھ کا نشان موجود تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

''اے شمر! میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آج خواب میں دیکھا تھا وہ فرماتے تھے کہ اے حسین رضی اللہ عنہ! کل تم نمازِ ظہر ہمارے ساتھ یہاں ادا کرو گے اور تمہیں جو شخص قتل کرے گا اس میں فلاں فلاں نشانیاں موجود ہوں گی تو تجھ میں نشانیاں نمودار پاتا ہوں بے شک تو میرا قاتل ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے شمر ذی الجوشن سے پوچھا آج کون سا دن ہے؟ تو اس نے کہا آج جمعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا آج تاریخ کیا ہے؟ وہ بولا آج یومِ عاشورہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس وقت مساجد میں کیا ہو رہا ہوگا؟ وہ بولا لوگ نمازِ جمعہ کی تیاری میں مصروف ہوں گے اور خطیب خطبہ کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو جانتا ہے خطبہ کیا ہے؟ شمر بولا خطبہ اللہ عزوجل کی حمد اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"تجھ پر لعنت ہو کہ مساجد میں تو خطیب میرے نانا کی نعت بیان کریں اور تو ان کے نواسے کو قتل کرے اور جس سینہ پر تو بیٹھا ہے اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ لگاتے تھے اور میں دیکھتا ہوں کہ جناب زکریا علیہ السلام کی روح میرے دائیں اور جناب یحیٰی علیہ السلام کی روح میرے بائیں جانب ہے اور تو میرے سینہ سے نیچے اتر تا کہ میں دو رکعت نماز ادا کروں۔"

شمر ذی الجوشن، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ سے نیچے اتر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خاکِ کربلا سے تیمّم کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ شمر ذی الجوشن نے حالت سجدہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی گردن پر خنجر کے وار کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

یزیدی لشکر کے بدبختوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کے تمام کپڑے اتار لئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جبہ جو خزم عصری کا تھا وہ قیس بن محمد اشعث نے تن بے سر سے اتار لیا۔ بحر بن کعب نے پاجامہ لیا۔ اسود بن خالد نے نعلین اتار لیں۔ عمرو بن یزید نے عمامہ مبارک لے لیا۔ یزید بن شبل نے چادر لے لی۔ سنان

بن انس نخعی نے زرہ اور انگوٹھی اتار لی۔ بنی نہش کے ایک شخص نے تلوار لے لی جو بعد میں حبیب بن بدیل کے خاندان میں آ گئی۔ اس قدر ظلم و ستم ڈھانے کے بعد بھی یزیدیوں کا جذبہ بغض و عناد ختم نہ ہوا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا۔ اس سفا کی اور ظلم کے بعد بدبختوں نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے خیموں میں داخل ہو کر اہل بیت رضی اللہ عنہم کا تمام سامان لوٹ لیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اتارنے کے علاوہ دیگر کئی شہداء کے بھی سر کاٹ دیئے گئے اور ان کے جسم مبارک کو بے گور و کفن چھوڑ دیا گیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو خولی بن یزید نیزے پر چڑھا کر اپنے لشکر کے ہمراہ کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان با عصمت اور با کردار بیٹیوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اس معرکہ حق و باطل میں حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو کہ بیمار تھے مردوں میں زندہ بچے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو یزیدی فوج کے جانے کے بعد قبیلہ بنو اسد کے کچھ لوگوں نے جو نزدیک ہی آباد تھے آ کر دفنایا اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔

O---O---O

اسیرانِ کربلا دربارِ یزید میں

اسیرانِ کربلا کوفہ میں:

خولی بن یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک نیزہ پر چڑھایا اور ایک فوجی دستہ کے ہمراہ کوفہ پہنچا تو شام ہو چکی تھی۔ شام ہو جانے کی وجہ سے اسے گورنر ہاؤس میں داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے گھروں کو چلے جائیں اور خود بھی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ اس کی بیوی نے اسے برا بھلا کہا کیونکہ وہ اہل بیت سے سچی محبت رکھتی تھی۔ اس نے خولی بن یزید سے علیحدگی کا مطالبہ کیا۔ خولی بن یزید نے اسے ابن زیاد سے حاصل ہونے والے انعام و اکرام کا لالچ دیا لیکن اس نے کسی قسم کا تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ رات بھر وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں آنسو بہاتی رہی اور طلوعِ سحر کے وقت گھر سے نکل گئی اور پھر کبھی لوٹ کر نہ آئی۔

اگلے روز حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس کے سامنے رکھا تھا اور وہ ایک چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک کو چھونے لگا وہاں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے ان سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ چھڑی کو ان پاک ہونٹوں کے اوپر سے ہٹا۔ قسم ہے اس ذات کی

جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ان لبوں پر بوسہ کرتے دیکھا ہے۔ پھر وہ غم کی شدت سے رو پڑے۔ ابن زیاد نے جب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا کہ اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی قتل کروا دیتا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بدبخت! تو نے تو حضور نبی کریم ﷺ کے جگر گوشہ کا خیال نہ کیا تو ان کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے؟ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے اور جاتے ہوئے اہل دربار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے کو شہید کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر تسلیم کیا یہ تمہارے اچھوں کو قتل کر دے گا اور بروں کو زندہ چھوڑ دے گا۔

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت اسیرانِ کربلا کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہوئے کہا کہ تم کون ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں علی ابن حسین (رضی اللہ عنہم) ہوں۔ ابن زیاد نے کہا کہ علی بن حسین (رضی اللہ عنہم) تو کربلا میں مارے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے بھائی تھے اور میرا نام بھی علی بن حسین (رضی اللہ عنہم) ہے اور میرے بھائی کو شہید کیا گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے ہم نے نہیں اللہ نے مارا ہے۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جواب میں اللہ عزوجل کا فرمان سنا دیا کہ بے شک اللہ ہی جانوں کو قبض کرنے والا ہے اور اللہ کے حکم کے بغیر کوئی دوسرا نفس ان کی موت کے وقت نہیں مارتا۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ تمہیں کیوں چھوڑ دیا گیا؟ پھر ابن زیاد نے اپنے لشکریوں کو حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے بھی قتل کروانا ہے تو کروا دے مگر ان عورتوں کے ساتھ کسی صالح متقی مسلمان کو بھیجنا جو اسلامی تعلیمات پر

عمل پیرا ہو اور ان کا حق ادا کر سکے۔ ابن زیاد نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اپنا حکم واپس لے لیا اور کہنے لگا کہ ان عورتوں کے ساتھ یہی جائیں گے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جب ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کا لباس بہت میلا ہو چکا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اسے جواب ملا کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا بنت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اللہ نے تمہیں رسوا کیا اور تمہاری بات کو جھوٹا کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ عزوجل نے ہمیں شرفِ عظیم عطا فرمایا اور ہمیں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنایا اور قرآن مجید ہماری پاکی بیان کرتا ہے۔ ابن زیاد نے غصہ میں کہا کہ اللہ نے مجھے تمہارے غضب سے بچایا اور تمہارے سرکشوں کو ہلاک کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تو نے ہمارے چھوٹے اور بڑے شہید کئے اگر تو اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا ہے تو سمجھتا رہ۔ ابن زیاد نے جب آپ رضی اللہ عنہا کی یہ جرأت دیکھی تو خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔

کوفہ کی گلیوں میں جس وقت اسیرانِ کربلا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو لے کر پھرا گیا تو لوگوں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے اپنے ایمان کو دھوکے اور فریب کا ذریعہ بنایا اور تم لوگوں کی مثال اس سبزے کی سی ہے جو نجاست کے ڈھیر پر اگتا ہے۔ تم لوگ صرف عیب جوئی اور لونڈیوں کی طرح خوشامد اور چاپلوسی کے سوا کچھ نہیں کر سکتے اس لئے تمہارے رونے کا تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ خفیف رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی کوفہ کے بازاروں میں نمائش کی جائے چنانچہ اس کے حکم پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر

مبارک اور دیگر شہداء کے سر مبارک کو لے کر کوفہ کے بازاروں میں گشت ہوا اور پھر جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ابن زیاد نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو فتح عطا فرمائی اور حسین ابن علی (رضی اللہ عنہم) اور ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ پھر ابن زیاد نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے جنہیں حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ او ابن مرجانہ! تو کذاب ہے تیرا باپ بھی کذاب تھا اور تم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے بعد خود کو سچا ظاہر کرتے ہو۔ ابن زیاد نے جب حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کے قبیلہ نے مزاحمت کی تو ان کی گرفتاری کو مؤخر کر دیا گیا مگر بعد میں ابن زیاد نے نہایت چالاکی کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ کو شہید کروا دیا۔

اسیرانِ کربلا دربارِ یزید میں:

جب ابن زیاد اپنی دل لگی کر چکا تو اس نے بدبخت شمر کی قیادت میں ایک لشکر اسیرانِ کربلا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو یزید کے دربار کی جانب روانہ کیا۔ ابن زیاد نے لشکر کو حکم دیا کہ تمہارا گزر جس جانب سے بھی ہو ان کی تشہیر کرتے جانا اور لوگوں کو ڈرانا کہ جس نے بھی خلیفہ کی اطاعت سے روگردانی کی اس کا انجام یہی ہوگا۔ قافلے نے سفر شروع کیا تو راستہ میں ایک مقام پر بارش کی وجہ سے قافلے نے ایک گرجا گھر میں قیام کیے۔ گرجا گھر کے پادری نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو دیکھا تو شمر کو دس ہزار دینار دے کر سر مبارک کچھ دیر کے لئے لے لیا اور پھر اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو دھویا اور عطر وخوشبو لگائی۔ پھر

آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے ہاتھ باندھ کر باادب کھڑا ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے اس پادری کی قسمت بدل دی اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے نور کی بدولت اس کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور اس نور کے صدقے میں کفر و شرک کے اندھیرے مٹ گئے۔ علی الصبح بارش تھمنے کے بعد قافلہ روانہ ہوا تو راستہ میں شمر نے وہ دینار اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرنے چاہے۔ جب اس نے تھیلیوں کا منہ کھولا تو اس میں دیناروں کی بجائے ٹھیکریاں نکلیں۔

یزید کے سامنے جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور اسیرانِ کربلا کو پیش کیا گیا تو اس بدبخت نے چھڑی کے ساتھ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک کو ضرب لگاتے ہوئے کہا کہ ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا لیکن ہماری خون ٹپکاتی تلواروں نے انصاف کر دیا اور ظالموں و نافرمانوں کی گردنیں اڑا ڈالیں۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو بے قرار ہو گئے اور یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے یزید! بروزِ قیامت ان کے نانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کریں گے اور تمہاری شفاعت ابن زیاد کرے گا۔ یہ فرما کر وہ دربارِ یزید سے باہر نکل گئے۔ یزید نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان کا انجام ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے خود کو مجھ سے اچھا جانا، اپنے باپ کو میرے باپ سے اچھا سمجھا اور اپنے جد امجد کو میرے جد امجد سے اچھا سمجھا اور اگر میں میدانِ کربلا میں ہوتا تو انہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔

جس وقت حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید نے کہا کہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحمی کی اور میرے حقوق کو نظرانداز کر دیا جس کا نتیجہ تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

نے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت جواباً فرمائی کہ تم پر اور روئے زمین پر جو بھی بلا نازل ہوتی ہے وہ عالم کی پیدائش سے قبل لوحِ محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔ یزید نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا تم پر یہ مصیبت تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بات سننے کے بعد خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خطبہ:

جس وقت یزید نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مخاطب کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے ذیل کا خطبہ دیا۔

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور درود وسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ ان لوگوں کا انجام برا ہے جو برے کام کرتے ہیں اور اس کے احکامات کو جھٹلاتے اور ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

اے یزید! تو نے ہم پر زمین تنگ کر دی اور ہمیں قید کیا اور تو سمجھتا ہے کہ ہم ذلیل ہوئے اور تو برتر ہے تو یہ سب تیری اس سلطنت کی وجہ سے ہے اور تو نے شاید اللہ کا فرمان نہیں سنا کہ کفار یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے ان کے ساتھ جو نرم رویہ رکھا ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ صرف مہلت ہے تاکہ وہ دل کھول کر گناہ کریں پھر ان کے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔

تو نے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی عبدالمطلب کا ناحق خون بہایا اور عنقریب تو بھی ایک دردناک انجام سے دوچار ہوگا۔ میں اللہ

سے امید رکھتی ہوں کہ وہ ہمارا حق ہمیں دے گا اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لے گا اور ان پر اپنا قہر نازل فرمائے گا۔ تو عنقریب اپنے گناہوں کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ان کے بارے میں اللہ ہی کا فرمان ہے کہ وہ زندہ ہیں، انہیں رزق ملتا ہے اور جن لوگوں نے تیرے لئے راستہ آسان کیا وہ بھی عنقریب تیرے ساتھ برباد ہونے والے ہیں۔

اے یزید! اگر تو ہماری ظاہری کمزوری کو خود کے لئے غنیمت سمجھتا ہے تو کل بروزِ قیامت تو اپنا کیا ہوا پائے گا۔ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی ہم اس سے کوئی شکوہ کرتے ہیں بلکہ ہم ہر حال میں صابر اور اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ تو اپنے مکر وفریب سے جو چاہے کر لے مگر تو ہرگز ہمارے ذکر کو مٹا نہیں سکے گا اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکے گا۔ تیری یہ سلطنت عارضی ہے اور عنقریب منادی کرنے والا منادی کرے گا اور لعنت والی قوم پر جس نے ظلم وستم کیا پس اللہ کی حمد و ثنا ہے جس نے ہمارے پہلوں کا ایمان کے ساتھ اور شہادت کے ساتھ خاتمہ فرمایا اور وہ نہایت مہربان اور رحم والا ہے اور ہمارے لئے کافی ہے کیونکہ وہ بہترین کارساز ہے۔“

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

یزید نے اپنے رفقاء سے اسیرانِ کربلا کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا کہ تم میرا مشورہ مانو تو ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا مشورہ مان لیا کیونکہ وہ حالات کی نزاکت کو سمجھتا تھا کہ واقعہ کربلا کے بعد لوگ میرے مخالف ہو چکے ہیں اور اب مزید ایسے کوئی اقدام میری حکومت کے خاتمے کا باعث بن سکتے ہیں۔ یزید نے اہل بیت کی رہائی کا ہوئے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا کہ آپ کو جس چیز کی بھی خواہش ہو میں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری سالار اور غمگسار ہماری پھوپھی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا گیا اور یزید نے ان سے کہا کہ آپ یہاں رہنا پسند کریں گی یا پھر مدینہ منورہ جانا چاہیں گی؟ پھر یزید نے ابن زیاد کو گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور میرا آمنا سامنا ہوتا تو میں ان کو ہرگز شہید نہ کرتا۔ یزید کی باتیں سن کر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو ہمیں مدینہ منورہ بھیج دے۔

اسیرانِ کربلا کی مدینہ منورہ روانگی:

یزید نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مال و دولت بطورِ نذرانہ پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں تین سو سپاہیوں کا حفاظتی دستہ اہل بیت کے قافلہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا۔

O.....O.....O

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا مزارِ پرنور

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے نزدیک اس پہاڑی مقام پر مدفون کیا گیا جہاں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کے چونکہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے اس لئے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کو دیگر شہداء کے اجسام کے پاس نہ لا سکے تھے اور وہیں چھوڑ دیا تھا چنانچہ جب شہدائے کربلا کی تدفین عمل میں آئی تو آپ رضی اللہ عنہ کو اسی مقام پر مدفون کیا گیا جہاں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی قبر کے اِردگرد پانی موجود ہے اور یہ پانی صدیوں سے اس جگہ موجود ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کا طواف کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کے متعلق منقول ہے کہ واقعہ کربلا کے کچھ عرصہ بعد یہ جگہ آباد ہونا شروع ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی شمالی دیوار کے باہر نہر موجود تھی۔ پھر ایک عباسی خلیفہ کے حکم پر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسمار کیا گیا اور یہ جگہ کاشتکاری کے لئے آباد کی گئی مگر اللہ عزوجل کے حکم سے وہ اپنے اس گھناؤنے منصوبے میں ناکام رہا اور اس نہر کا نشان مٹ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی قبر اپنی جگہ برقرار رہی۔

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی قبر میں واقع سرداب میں داخلہ کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ مزارِ پاک کے مغربی گوشے کی جانب ہے جو بند ہے جبکہ دوسرا راستہ

صحن کے شمالی گوشے کی جانب ہے اور اس راستے سے زائرین سرداب میں داخل ہوتے ہیں۔ سرداب میں داخلے کے بعد کچھ سفر کیا جائے تو آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک نظر آتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ضریح کے اندر ایک صندوق ہے اور یہ صندوق آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کے گرد بنایا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کے گرد موجود اس پانی کے متعلق متعدد آراء ہیں مگر یہ پانی کب سے یہاں موجود ہے اس کے متعلق کوئی ٹھوس آراء موجود نہیں البتہ اس پانی میں بے شمار امراض سے شفاء ہے اور آنے والے زائرین اس پانی کو بطورِ تبرک استعمال کرتے ہیں اور اپنے ساتھ بھی لے جاتے ہیں۔

O......O......O

واقعہ کربلا میں شہید ہونے والے شہداء کے اسمائے گرامی

کتب سیر میں شہدائے کربلا اور سپاہ کربلا کی تعداد کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ذیل میں ان شہدائے کربلا اور سپاہ کربلا کے اسمائے گرامی بیان کیے جارہے ہیں جن کے بارے میں تمام کتب سیر میں اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت زبیر بن حسان محمدی رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کلبی رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت بریر حضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت وہب بن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت خالد بن عمرو مکی رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت محمد بن حنظہ تمیمی رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عمرو بن المطاع الجعفی رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عمرو بن عبداللہ الجندی الہمدانی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حماد بن انس محمدی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت وقاص بن مالک احمدی رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت شریح بن عبید مکی رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ہلال بن نافع البجلی رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت مرہ بن ابی مرہ غفاری رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت قیس بن منبہ مدنی رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت ہاشم بن عتبہ مکی رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت بشیر بن عمر حضرمی رضی اللہ عنہ
۱۸۔ حضرت نعیم بن عجلان انصاری رضی اللہ عنہ
۱۹۔ حضرت زہیر بن قین البجلی رضی اللہ عنہ
۲۰۔ حضرت انس بن کابد اسدی رضی اللہ عنہ
۲۱۔ حضرت حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ
۲۲۔ حضرت قیس بن ربیعی انصاری رضی اللہ عنہ
۲۳۔ حضرت عبداللہ بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ
۲۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ
۲۵۔ حضرت حریر رضی اللہ عنہ
۲۶۔ حضرت شیث بن عبداللہ بہشتی رضی اللہ عنہ
۲۷۔ حضرت قاسط بن زہیر تغلبی رضی اللہ عنہ
۲۸۔ حضرت کردوس بن زہیر تغلبی رضی اللہ عنہ
۲۹۔ حضرت کنانہ بن عتیق انصاری رضی اللہ عنہ
۳۰۔ حضرت ضرغامتہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
۳۱۔ حضرت جویر بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
۳۲۔ حضرت عمرو بن ضبیعۃ صنعی رضی اللہ عنہ

۳۳۔ حضرت یزید بن مثبت قیسی رضی اللہ عنہ

۳۴۔ حضرت عامر بن مسلم انصاری رضی اللہ عنہ

۳۵۔ حضرت عبیداللہ بن ثبت قیسی رضی اللہ عنہ

۳۶۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ

۳۷۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ

۳۸۔ حضرت سیف بن مالک عبدی رضی اللہ عنہ

۳۹۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

۴۰۔ حضرت بدر بن معقل رضی اللہ عنہ

۴۱۔ حضرت سعود بن حجاج انصاری رضی اللہ عنہ

۴۲۔ حضرت مجمع بن عبداللہ عائذی رضی اللہ عنہ

۴۳۔ حضرت عمار بن حسان مدنی رضی اللہ عنہ

۴۴۔ حضرت حسان بن حارث رضی اللہ عنہ

۴۵۔ حضرت جندب بن حجر خولانی رضی اللہ عنہ

۴۶۔ حضرت یزید بن زیاد بن مظاہر کندی رضی اللہ عنہ

۴۷۔ حضرت طاہر آزاد غلام دین الحق خزاعی رضی اللہ عنہ

۴۸۔ حضرت جبلہ بن علی شہبانی رضی اللہ عنہ

۴۹۔ حضرت اسلم بن کثیر اعرج ازدی رضی اللہ عنہ

۵۰۔ حضرت زبیر بن سلیم ازدی رضی اللہ عنہ

۵۱۔ حضرت قاسم بن حبیب ازدی رضی اللہ عنہ

۵۲۔ حضرت عمرو بن جندب حضری رضی اللہ عنہ

۵۳۔ حضرت ابوتمامہ انصاری رضی اللہ عنہ

۵۴۔ حضرت عمرو بن عبد صائدی رضی اللہ عنہ

۵۵۔ حضرت حنظلہ بن اسعد شیبانی رضی اللہ عنہ

۵۶۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ اوجی رضی اللہ عنہ

۵۷۔ حضرت عمار بن ابی سدام انصاری رضی اللہ عنہ

۵۸۔ حضرت عابس بن ابی حبیب شاکری رضی اللہ عنہ

۵۹۔ حضرت شوذب رضی اللہ عنہ

۶۰۔ حضرت شبیب بن حارث بن سریع انصاری رضی اللہ عنہ

۶۱۔ حضرت مالک بن سریع انصاری رضی اللہ عنہ

۶۲۔ حضرت محمد بن انس انصاری رضی اللہ عنہ

۶۳۔ حضرت مقداد انصاری رضی اللہ عنہ

۶۴۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ

۶۵۔ حضرت قارب رضی اللہ عنہ

۶۶۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

۶۷۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ

۶۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۶۹۔ حضرت حر رضی اللہ عنہ

۷۰۔ سعد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۷۱۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

۷۲۔ حضرت فیروز رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سیدنا جعفر بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

۲۔ حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۳۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۴۔ حضرت سیّدنا محمد بن ابی سعد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۵۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۶۔ حضرت سیّدنا محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۷۔ حضرت سیّدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۸۔ حضرت سیّدنا ابوبکر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما
۹۔ حضرت سیّدنا عمر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما
۱۰۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما
۱۱۔ حضرت سیّدنا محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما
۱۲۔ حضرت سیّدنا عثمان بن علی رضی اللہ عنہما
۱۳۔ حضرت سیّدنا ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما
۱۴۔ حضرت سیّدنا جعفر بن علی رضی اللہ عنہما
۱۵۔ حضرت سیّدنا عباس بن علی رضی اللہ عنہما
۱۶۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما
۱۷۔ حضرت سیّدنا علی اکبر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما
۱۸۔ حضرت سیّدنا علی اصغر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما
۱۹۔ حضرت سیّدنا قاسم بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما
۲۰۔ حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما

O---O---O

اسحاق بن حویہ کا انجامِ بد

عبداللہ اہوازی کہتے ہیں میں ایک دن بازار جارہا تھا میری نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور زبان خشک تھی اور منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ شخص لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا اور لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔ میں نے اس کا یہ حال دیکھا تو پوچھا تو کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے میری بات کا کچھ جواب نہ دیا اور وہاں سے چل دیا۔ میں نے راستہ روک کر اس سے دوبارہ پوچھا تو اس نے کہا پہلے مجھے کھانے کو دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا۔ میں نے اسے کھانے کو دیا تو اس نے کھانا کھانے کے بعد کہا میں عمرو بن سعد کے لشکر کا علمدار اسحاق بن حویہ ہوں اور میں دریائے فرات پر تعینات تھا تاکہ لشکر حسینی سے کوئی بھی دریائے فرات سے پانی نہ لے۔ میں نے ایک رات جاسوسی کے دوران حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ سے بچوں اور عورتوں کے لئے پانی کا انتظام کرنے کا کہا۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے کہا میں دو جگہوں پر کنوئیں کھود چکا ہوں مگر پانی کہیں سے برآمد نہیں ہوا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دریائے فرات پر جاؤ اور پانی کا انتظام کرو۔ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ نے کہا میں صبح دریائے فرات پر جاؤں گا اور پانی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں ان کی باتیں سن کر عمرو

بن سعد کے پاس آیا اور اسے ان کی باتوں کے متعلق بتایا۔ عمرو بن سعد نے حکم دیا میں اپنے لشکر کو مزید سختی کرنے کا حکم دوں۔ میں دریائے فرات کے کنارے لوٹ آیا اور لشکر کو ممکنہ صورتحال سے نپٹنے کا حکم دیا اور حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگا۔ پھر وہ وقت آیا جب حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ عاشورہ کے روز پانی لینے کے لئے آئے اور ایک زبردست مقابلے کے بعد ہم نے انہیں شہید کر دیا۔

عبداللہ اہوازی کہتے ہیں میں نے اس کی بات سنی تو غصہ میں بے قابو ہو گیا مگر اپنے حواس قائم کرتے ہوئے اپنے گھر لے گیا اور پھر اسے ایک کمرے میں بٹھا کر دوسرے کمرے میں گیا اور تلوار لا کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کی لاش کو جلا کر راکھ ہوا میں اڑا دی۔

O.....O.....O

کتابیات

۱۔ تاریخ ابن کثیر از امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ تاریخ طبری از امام طبری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ صواعق محرقہ از علامہ اختر فتح پوری

۵۔ روضۃ الشہداء از علامہ ملا حسین واعظ کاشفی

۶۔ شامِ کربلا از حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ ریاض النضرۃ از ابو جعفر احمد بن محب الدین رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ سیرت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ از محمد حبیب القادری

۹۔ اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلقات از ابو معاذ سیّد بن احمد

۱۰۔ سوانح کربلا از مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

O.....O.....O

ہماری چند دیگر مطبوعات

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022